صحت

فاٹا میں شعبہ صحت کی دو پرتیں ہیں: سرکاری شعبہ جس میں بنیادی اور ثانوی مراکز صحت ہیں اور بے قاعدہ شکل میں کام کرنے والا نجی شعبہ۔ ڈسٹرکٹ ہیلتھ انفارمیشن سسٹم (ڈی ایچ آئی ایس) کی لاگ آوٹ رپورٹ کے مطابق فروری 2017 میں 82 بیسک ہیلتھ یونٹ (بی ایچ یو)، 91 دیہی مراکز صحت (آر ایچ سی)، 57 کمیونٹی مراکز صحت اور 75 کمیونٹی ڈسپنسریاں فاٹا میں پوری طرح کام کر رہی تھیں (شکل 1.3)۔ فاٹا کے ہسپتالوں میں گنجائش کے اعتبار سے بستروں کی کل تعداد 1,605 ہے جبکہ فی بستر کے اعتبار سے آبادی کا تناسب جو خیبر پختونخواہ میں 1,439 اور پاکستان میں 1,786 ہے وہ فاٹا میں 2,729 ہے۔ صحت کی دستیاب سہولیات میں سے جو ادارے پوری طرح کام کر رہے ہیں کمزور بنیادی ڈھانچے، کم انسانی وسائل، غیر موزوں ادویات و سپلائیز اور ناکافی آلات کی بناء پر ان کی تعداد مزید کم ہو جاتی ہے۔

شکل B: فاٹا میں اداروں کی تقسیم

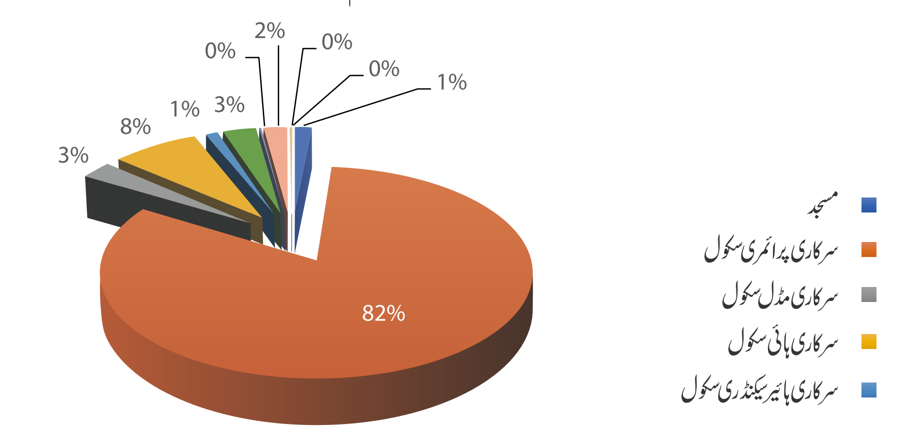

پرائمری سکول سطح	نرسری (2010-11) داخلہ			پانچویں جماعت (2015-16) داخلہ			سکول چھوڑ جانے والوں کا تناسب		
	لڑکے	لڑکیاں	ٹوٹل	لڑکے	لڑکیاں	ٹوٹل	لڑکے	لڑکیاں	ٹوٹل
	50463	38252	88715	18226	9770	27996	64 فیصد	74 فیصد	68 فیصد

بنیادی صحت کے اشاریوں پر نظر دوڑائیں تو اس میں بھی فاٹا، خیبر پختونخواہ اور ملک کے مقابلے میں پیچھے نظر آتا ہے۔ البتہ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت یہاں 1.2 فیصد ہے جو باقی ماندہ ملک کے مقابلے میں بلند ہے۔ حفاظتی ٹیکے لگوانے کے تناسب، پیدائش سے پہلے اور اس کے بعد نگہداشت سے متعلق اشاریوں پر نظر دوڑائیں تو ملکی سطح کے موازنے میں فاٹا کا سکور 20 سے 30 فیصد پیچھے نظر آتا ہے۔ بچوں کی پیدائش میں معاونت کرنے والے ماہر افراد کا تناسب (29.5 فیصد) بھی پریشان کن حد تک کم ہے۔

ٹیکنیکل اور ووکیشنل تربیتی اداروں اور ان میں داخلوں کی تعداد

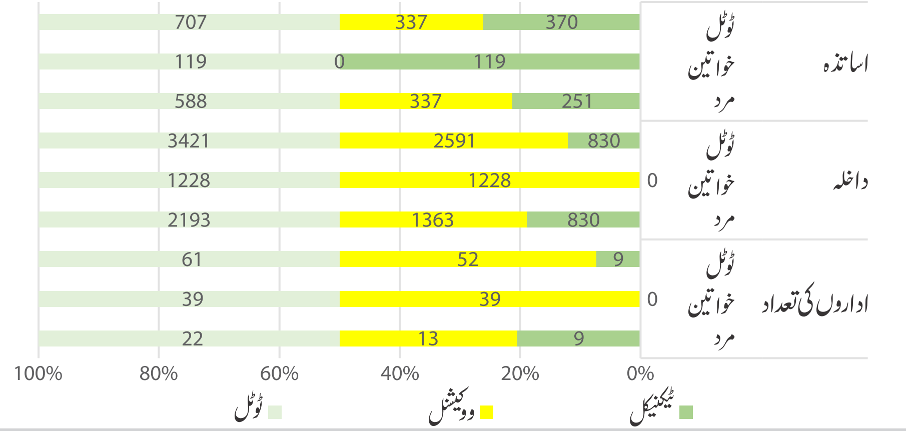

ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ شعبہ صحت میں ماہر افرادی قوت کی کمی خطے کی مشکلات کو مزید دو چند کر دیتی ہے۔ سپیشلائزڈ طبی عملہ عام آبادی کے مقابلے میں نمایاں حد تک کم ہے۔ مزید برآں، عملہ صحت کو باقاعدگی کے ساتھ تربیت فراہم کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔[16]

ہر ایجنسی/فرنٹیئر ریجن میں صحت کی کل سہولیات کے فیصد تناسب کے طور پر صحت کی فعال سہولتیں

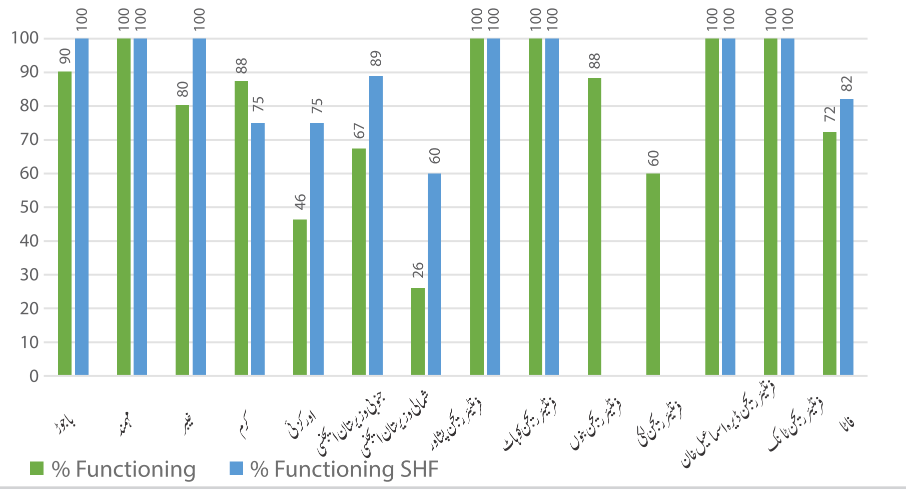

ذرائع معاش

فاٹا کا خطہ ذرائع معاش اور معاشی مواقع کی کمی جیسے مسائل کا شکار ہے۔ سالہا سال کے تنازعہ اور آبادی کی بڑے پیمانے پر نقل مکانی کے دوران خطے کی اقتصادی کمزوری میں صرف اور صرف اضافہ ہوا ہے جس نے یہاں کی نازک مقامی معیشت کو ٹھیس پہنچائی ہے اور اس کے سرکاری اور نجی بنیادی ڈھانچے کو بھی نقصان پہنچایا ہے اور یوں خطے میں ذرائع معاش کی پریشان کن صورتحال پر بھی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

فاٹا کی معیشت دیہی علاقوں میں زیادہ تر گلہ بانی پر مشتمل ہے اور زرخیز وادیوں میں زیادہ تر لوگ زراعت سے وابستہ ہیں۔ فاٹا کے دو تہائی لوگ بنیادی ذریعہ معاش کے طور پر زراعت اور مویشی بانی[17] سے وابستہ ہیں جبکہ باقی ایک تہائی آبادی کاروبار اور تجارت کرتی ہے یا

16 نیشنل ایجوکیشن مینجمنٹ انفارمیشن سسٹم (این ای ایم آئی ایس) 2014-15

17 یو این ڈی پی کے شعبہ صحت (دس سالہ سماجی و اقتصادی منصوبہ) کے کنسلٹنٹ کا ڈائریکٹوریٹ آف ہیلتھ فاٹا کے عملہ سے معیار سے متعلق انٹرویو۔

چھوٹے پیمانے کے کمرشل اور صنعتی شعبوں میں روزگار تلاش کرتی ہے۔[18] روزگار کی تلاش میں نقل مکانی کرنے والے افراد کی بڑے شہروں مثلاً پشاور اور کراچی کو ہجرت کا تناسب بھی بلند ہے۔[19] فاٹا کی خواتین زیادہ تر عوامی میدان سے خارج ہیں جس میں بامعاوضہ کام کرنے کے مواقع بھی شامل ہیں اور بنیادی طور پر وہ گھروں میں کام کرنے کی پابند ہیں۔ اراضی مالکان کی اکثریت چھوٹے پیمانے پر اراضی کی ملکیت والے افراد پر مشتمل ہے (18 افراد فی ہیکٹر) اس لئے اراضی کا پوری طرح استعمال نہیں ہو رہا، پیداواری صلاحیت پست ہے اور طرز عمل خطرات کو ٹالنے والا ہے۔[20] فاٹا میں کل جغرافیائی علاقے کا صرف آٹھ فیصد (220,900 ہیکٹر) زیر کاشت ہے جبکہ مزید ایک فیصد کاشت کی حالت میں ہے جو ممکنہ طور پر کل قابل کاشت اراضی کا تقریباً نصف بنتا ہے۔ زرعی اراضی کے تقریباً 44 فیصد (86,000 ہیکٹر) کو آبپاشی کی سہولتیں میسر ہیں جبکہ باقی کھیتوں کا انحصار صرف اور صرف بارش پر ہے۔ آبپاشی کے لئے پانی مختلف طریقوں سے فراہم کیا جاتا ہے جن میں ٹیوب ویل، کھدائی والے کنوئیں، لفٹ پمپ، سطح زمین کے آبپاشی نیٹ ورک اور کمیونٹی سطح پر تعمیر کی گئی روایتی نہریں شامل ہیں۔ البتہ بعض علاقوں میں پورا آبپاشی نظام اس وقت کام نہیں کر رہا۔

نیچے دیئے گئے اعداد و شمار میں فاٹا میں کھیتوں کا اوسط حجم دکھایا گیا ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فاٹا میں چھوٹے پیمانے پر اراضی کی ملکیت والے کاشت کاروں کی اکثریت ہے۔ اراضی کی ملکیت یا پیداوار بڑھانے کے لئے وضع کی جانے والی پالیسیوں یا مراعات پر غور و خوض کے سلسلے میں کھیتوں کے حجم اور مزارعت کے ڈھانچوں کو سمجھنا ناگزیر ہے۔

جنگلات

جنگلات دیہی معیشت کا لازمی جزو ہیں جو بالخصوص پہاڑی علاقوں کے مقامی ذرائع معاش میں قابل ذکر کردار ادا کرتے ہیں۔ جنگلات سے دیہی آبادی کی ایندھن، چارے اور لکڑی کی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور ماحولیات سے متعلق اہم سہولیات کی فراہمی میں بھی اپنا اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کل رقبے کے ایک سے آٹھ فیصد پر جنگلات پھیلے ہوئے ہیں لیکن ان اعداد و شمار کی قابل اعتبار حیثیت پر سوالیہ نشان لگا ہے۔[21] تاہم درخت کاٹنے، (قانونی طور پر مقامی استعمال اور فروخت کے لئے اور غیر قانونی طور پر فاٹا سے باہر کے علاقوں کو برآمد کرنے کے لئے)، طویل خشک سالی، بے دریغ چارہ خوری، اور ایندھن و چارہ جمع کرنے کے لئے لکڑی کے استعمال کی وجہ سے جنگلات کی سطح تیزی سے کم ہو رہی ہے۔ لہٰذا لکڑی کے معاملے میں طلب اور رسد کا فرق بڑھ رہا ہے۔ مزید برآں، جنگلات کی رسد میں کمی سے ماحولیاتی نظام کے نازک توازن پر بھی نقصان دہ اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ زمین میں پانی رہنے کی استعداد کم ہو گئی ہے، علاقے میں سیلاب آتے رہتے ہیں اور چارے کی مقدار اور معیار دونوں متاثر ہوئے ہیں۔ چراگاہوں والے علاقے خستہ حالی کا شکار ہیں جس کا جزوی سبب تو ضرورت سے زیادہ چارہ خوری ہے لیکن خشک سالی کے طویل ادوار نے بھی اپنا اثر دکھایا ہے۔

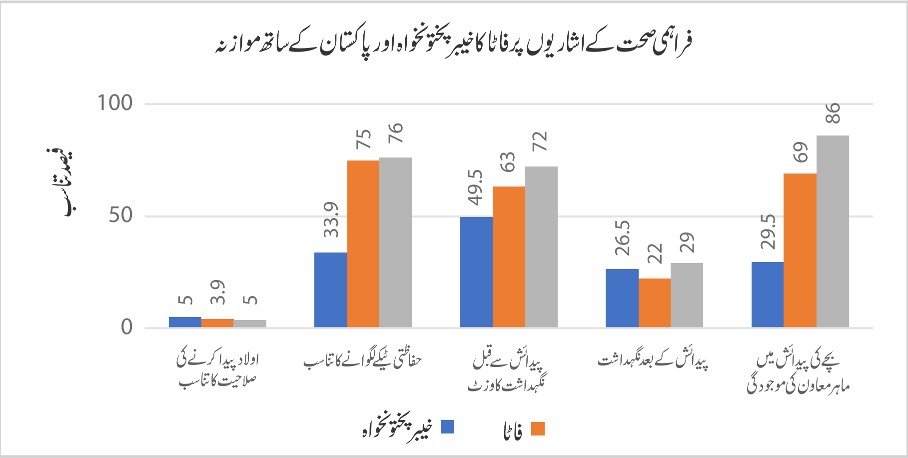

کامرس اور تجارت

قبائلی علاقہ جات میں ذرائع معاش کا ایک اور اہم ذریعہ کامرس اور تجارت ہے۔ اگرچہ 1980 کی دہائی اور 1990 کی دہائی کے اوائل میں یہ خطہ پوست کی کاشت اور تجارت کی وجہ سے کافی بدنام تھا لیکن آج زیادہ تر کامرس اور تجارت اشیائے تصرف، ٹرانسپورٹ خدمات، ہوٹلوں، ریستورانوں، استعمال شدہ گاڑیوں کے سپیئر پارٹس، گاڑیوں اور متعلقہ خدمات فراہم کرنے والے چھوٹے کاروباری اداروں کی تھوک اور پرچون کی شکل میں ہونے والی تجارت ہے۔ اس وقت افغانستان کے ساتھ سرحد پار تجارت مقامی آبادی کو روزگار مہیا کرتی ہے۔ دونوں ملکوں کے درمیان سرحد پار تجارت وقت کے ساتھ بڑھ رہی ہے کیونکہ 2007 میں دونوں ملکوں کے درمیان سرحد پار تجارت 0.83 ارب ڈالر تک پہنچ گئی تھی جس میں گزشتہ چھ سال کے عرصے میں نمایاں اضافہ ہوا ہے اور سال 2013 میں یہ 2.35 ارب ڈالر تک پہنچ چکی تھی۔[22] سرحد پار تجارت کی بدولت مقامی آبادی کے لئے سرحد پار سے آنے والی اشیاء کے لئے چھوٹی اور درمیانی دکانوں، کارگو اور ٹرانسپورٹ سہولیات اور افغانستان کے سرحدی علاقوں کے ساتھ روزمرہ تجارت کی سرگرمیوں کی شکل میں بھی روزگار کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ صنعتی سرگرمیوں میں زیادہ تر پتھروں کی پراسیسنگ، ٹیکسٹائل ویونگ، فرنیچر کی تیاری اور اسلحہ تیار کرنے والے چھوٹے انجینئرنگ یونٹ شامل ہیں جن میں تقریباً دس ہزار کارکن کام کر رہے ہیں۔[23]

قصہ مختصر فاٹا کی معیشت بڑی حد تک غیر رسمی اور دستاویزی عمل سے بے بہرہ ہے جس کے باعث یہ علاقہ مرکزی اقتصادی ریگولیٹری فریم ورک سے خارج ہے۔ سرمائے تک رسائی نہ ہونے کے برابر ہے اور لوگوں کی اکثریت کو مالی سہولیات میسر نہیں۔ بینکوں کی باقاعدہ شاخوں کی شکل میں مالی سہولیات کے بنیادی ڈھانچے کی کمی فاٹا کے عوام کے لئے مالی سہولیات تک محدود رسائی میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔ پورے فاٹا میں بینکوں کی کل 70 شاخیں قائم ہیں جن میں سے 11 (16 فیصد) شاخیں اسلامی بینکاری کے لئے مخصوص ہیں کل 13 بینکاری ادارے فاٹا میں موجود ہیں۔ بینکوں کی موجودگی بعض ایجنسیوں میں زیادہ نظر آتی ہے جن میں سے 19 (27 فیصد) شاخیں کرم میں جبکہ 15 (21 فیصد) اورکزئی ایجنسی میں قائم ہیں۔ اس کے برعکس جنوبی وزیرستان میں صرف دو جبکہ مہمند ایجنسی میں صرف چار بینک قائم ہیں۔

اسی طرح کھیتی باڑی کے لئے قرضوں سمیت کریڈٹ تک رسائی کسی کے پاس ضمانتی جائیداد نہ ہونے کے باعث محدود ہے کیونکہ فاٹا میں نجی اراضی کے ریکارڈ کا کوئی وجود تقریباً نظر نہیں آتا۔ 14-2013 کے لئے فاٹا کے ترقیاتی اشاریوں کی رو سے فاٹا کے گھرانے 76 فیصد قرضے اپنے دوستوں اور اہل خانہ سے لیتے ہیں جبکہ فرنٹیئر ریجنز میں یہ تناسب اس سے بھی زیادہ یعنی 99 فیصد ہے۔ بینک قرضوں کا تناسب فاٹا میں صرف 0.3 فیصد ہے جبکہ دو فیصد گھرانے قرضہ دینے والوں سے قرض لیتے ہیں۔ ایک اہم بات اس میں قابل ذکر ہے کہ قرضہ لینے والوں اور بینکوں سے لئے جانے والے قرضوں کا اوسط حجم دوستوں اور اہل خانہ سے لئے جانے والے قرضوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہے۔[24] مزید برآں، نجی شعبے کے لئے خطے میں سرمایہ کاری کے مواقع اور مراعات کمیاب ہیں اور سرمایہ کاری کا واحد دستیاب راستہ سرکاری شعبے کے ترقیاتی پروگراموں کی شکل میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ لہٰذا معدنیات اور کشید کی جانے والی اشیاء کے کاروبار سے فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا۔ معدنیات اور کشید کی جانے والی اشیاء کے شعبے میں موجودہ سرگرمیاں بے قاعدہ انداز میں ہو رہی ہیں اور اسی بناء پر ان میں مسائل کے وقتی حل سے کام چلایا جاتا ہے، اور مالی و معدنی وسائل کا ضیاع ہو رہا ہے۔

فاٹا کی سماجی و اقتصادی پسماندگی کا دیرپا بنیاد پر ازالہ کرنے کے لئے فاٹا اصلاحات کمیٹی نے ایک دس سالہ سماجی و اقتصادی ترقیاتی منصوبہ تجویز کیا۔ اس کا اصل مقصد فاٹا میں باہم مربوط شعبہ جاتی منصوبوں پر موثر عملدرآمد کی

18 زرعی پالیسی برائے فاٹا حکومت پاکستان اور فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن (2014-2024)
19 فاٹا ڈی ایس سروے (2010)
20 فاٹا سیکریٹریٹ ویب سائٹ: https://fata.gov.pk/Global.php?iId=33&fId=2&pId=29&mId=13
21 فاٹا سیکریٹریٹ۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: https://fata.gov.pk/Global.php?iId=31&fId=2&pId=27&mId=13
22 ایضاً
23 پی اے جے سی سی آئی (2013)۔ Pak Afghan Trade: Trends and issues perceptions of business community۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://www.pajcci.com/Downloads/2nd%20Trade%20Survey%20Final(I).pdf
24 فاٹا سیکریٹریٹ۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: https://fata.gov.pk/Global.php?iId=31&fId=2&pId=27&mId=13

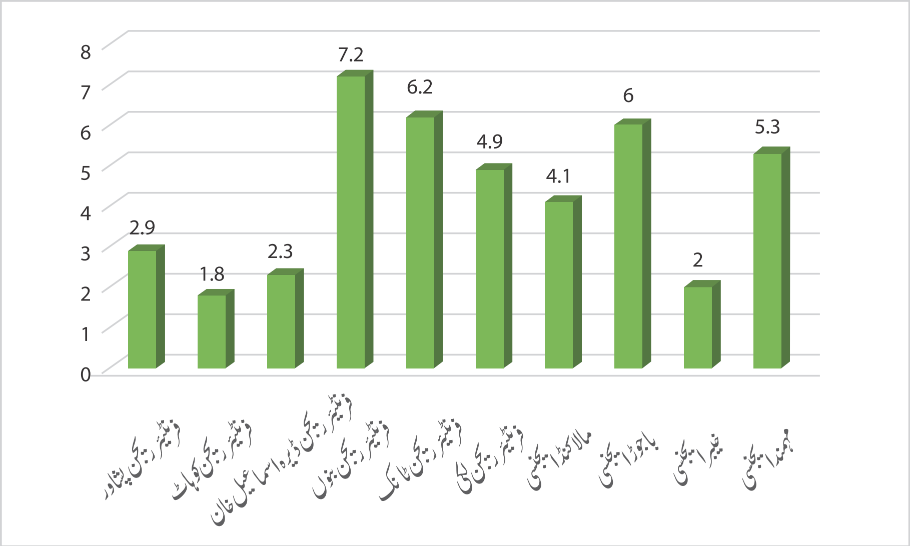

منصوبہ بندی کرنا ہے جن میں بنیادی ڈھانچے کی ترقی، انسانی ترقی کے اشاریوں میں بہتری، خواتین کی سماجی و اقتصادی ترقی اور خطے میں نجی شعبے کی سرمایہ کاری پر مراعات شامل ہیں۔ فاٹا چونکہ نیشنل فنانس کمیشن (این ایف سی) کے ذریعے مالی وسائل کی تقسیم کے قومی نظام سے خارج رہا ہے اس لئے اصلاحاتی کمیٹی نے سرکاری شعبے کی موجودہ ترقیاتی رقوم کے علاوہ این ایف سی کے تحت فاٹا کے لئے تین فیصد کا حصہ بھی تجویز کیا۔ حالیہ بجٹ اعداد وشمار کی بنیاد پر مجوزہ تین فیصد رقم تقریباً 120 ارب روپے سالانہ بنتی ہے۔ اسی طرح کمیٹی نے فاٹا میں مالی شمولیت کے معیارات بہتر بنانے کے لئے موزوں اقدامات کرنے کے ساتھ ساتھ حکومتی سرپرستی میں کام کرنے والے فلاحی پروگراموں مثلاً بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام سے مستفید ہونے والوں کی تعداد بڑھانے کی تجاویز بھی دی ہیں۔ رسمی قرضوں تک رسائی پر مراعات دینے کے لئے فاٹا میں کمرشل اور زرعی بینکوں کی تعداد بڑھانے کے ساتھ ساتھ کمیٹی نے جدید ٹیکنالوجی کے استعمال مثلاً جی آئی ایس نقشہ بندی اور ڈیجیٹل ریکارڈ کی تیاری کے ذریعے انفرادی جائیداد کی ملکیت کے حقوق درج کرنے کے اقدامات بھی تجویز کئے ہیں۔

یہ امر قابل ذکر ہے کہ وفاقی کابینہ اپنے مارچ 2017 کے ایک اجلاس میں کمیٹی کی مذکورہ بالا تجاویز کی اصولی منظوری دے چکی ہے۔ تاہم فاٹا کے لئے این ایف سی میں تین فیصد حصے پر فیصلہ ابھی زیر التواء ہے کیونکہ اسے تمام صوبوں کی مشاورت سے طے کرنا ہوگا۔

مجوزہ سماجی و اقتصادی ترقیاتی اصلاحاتی ایجنڈا پر عملدرآمد اور اس کے ساتھ ساتھ دیگر قانونی اور سیاسی اصلاحات نہ صرف اس خطے کے لئے بلکہ پورے ملک کے لئے سب کی شمولیت پر مبنی افزائش، سماجی ترقی اور امن واستحکام کے ایک نئے دور کی راہیں کھول دیں گی۔

25 دوستوں سے قرضوں کا اوسط حجم 39,812 روپے تھا جبکہ اہل خانہ کے معاملے میں یہ 58,515 روپے تھا۔ تاہم قرضہ دینے والوں کے معاملے میں یہ حجم 252,095 روپے تھا جبکہ بینکوں کے معاملے میں 172,810 روپے تھا۔ فاٹا کے ترقیاتی اشاریئے (ایف ڈی آئی 14-2013)۔ جو یہاں سے دستیاب ہے:
http://www.pcnafata.gov.pk/media-top/publications/96-media/media-publications/164-fata-development-indicator-household-survey

© UNDP Pakistan

فاٹا اصلاحات اور سماجی و اقتصادی ترقی

ثاقب شیرانی

بانی و چیف ایگزیکٹو
مائیکرو اکنامک انسائٹس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

سابق پرنسپل اقتصادی مشیر
وزارتِ خزانہ

تعارف

وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقہ جات (فاٹا) افغانستان کے ساتھ پاکستان کی سرحد پر واقع سات قبائلی ایجنسیوں اور چھ فرنٹیئر ریجنز پر مشتمل ہیں جنہیں انتظامی طور پر 1948 سے خصوصی حیثیت حاصل ہے۔ تقریباً 55 لاکھ آبادی کا یہ خطہ سماجی و اقتصادی ترقی کے اشاریوں کے اعتبار سے پاکستان کے بیشتر علاقوں کے مقابلے میں کہیں پیچھے ہے۔ ایک اندازے کے مطابق فاٹا کے تقریباً تین چوتھائی شہری تعلیم، صحت یا رہن سہن کے معیارات کے اعتبار سے مفلسی کا شکار ہیں۔[1]

مستقل پسماندگی کا یہ مسئلہ گیارہ ستمبر کے بعد پیدا ہونے والے تنازعات اور عسکریت پسندی کے ہاتھوں مزید دوچند ہوگیا ہے جسے دور کرنے اور فاٹا کو قومی سیاست کے دھارے میں لانے کے لئے اس سیاسی و اقتصادی ڈھانچے کی اصلاح ایک دیرینہ ضرورت تھی جس کے تحت ملک کے اس حصے میں طرزِ حکمرانی چلایا جارہا ہے۔ فاٹا کے سیاسی طرزِ حکمرانی میں اصلاحات کی اپیلیں بالآخر سنی گئیں اور کچھ بامعنی پیشرفت اب دیکھنے کو مل رہی ہے۔ توقع ہے کہ جیسے جیسے اس حوالے سے پیشرفت ہوگی فاٹا کے کٹھن سماجی و اقتصادی حالات میں بہتری کے آثار تیزی سے اور نمایاں طور پر سامنے آنا شروع ہوجائیں گے۔

پس منظر

آئین کے تحت فاٹا کو پاکستان کی علاقائی حدود میں شمار کیا جاتا ہے (آرٹیکل 1)۔ اسے قومی اسمبلی اور سینیٹ میں نمائندگی حاصل ہے لیکن یہ علاقہ صدر کی براہ راست ایگزیکٹو اتھارٹی کے تحت آتا ہے (آرٹیکل 51، 59 اور 247)۔ قومی اسمبلی کی طرف سے وضع کئے جانے والے قوانین یہاں لاگو نہیں ہوتے تاوقتیکہ صدر اس کا حکم نہ دے دیں۔ فاٹا کا طرزِ حکمرانی بڑی حد تک فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر)، 1901، کے ذریعے چلایا جارہا ہے۔ اس کا انتظام گورنر خیبر پختونخواہ کے پاس ہے جو صدر پاکستان کے نمائندہ کی حیثیت سے اسلام آباد میں واقع ریاستوں اور فرنٹیئر ریجنز (سیفرون) کی وزارت کی تمام تر نگرانی کے تحت یہ امور نمٹاتے ہیں۔

فاٹا کے تمام دیوانی اور فوجداری مقدمات کا فیصلہ جرگہ کی طرف سے فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن، 1901 کے تحت کیا جاتا ہے۔ تاہم قبائلی علاقوں کے باشندے ایف سی آر کے تحت دیئے گئے فیصلے کے خلاف آئینی عملداری کی حامل عدالتوں (سپریم کورٹ آف پاکستان اور پشاور ہائی کورٹ) سے رجوع کرسکتے ہیں۔ فاٹا کو دو انتظامی کیٹیگریز میں تقسیم کیا گیا ہے: حفاظتی علاقہ جات وہ خطے ہیں جو حکومت کے براہ راست کنٹرول میں آتے ہیں جبکہ غیر حفاظتی علاقہ جات جن کا انتظام بالواسطہ طور پر مقامی قبائل کے ذریعے چلایا جاتا ہے۔[2]

رقبے کے اعتبار سے فاٹا کا حجم صوبہ خیبر پختونخواہ کے تقریباً ایک تہائی پر مشتمل ہے اور یہ تقریباً 27,220 مربع کلومیٹر کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس کی آبادی 55 لاکھ ہے[3] جس میں زیادہ تر دیہی آبادی اور نوجوان شامل ہیں۔ تقریباً 97 فیصد آبادی دیہی علاقوں میں مقیم ہے جبکہ 67 فیصد آبادی 24 سال سے کم عمر افراد پر مشتمل ہے۔

گزربسر کے لئے اقتصادی سرگرمیوں کا بڑا حصہ زراعت پر مشتمل ہے البتہ فاٹا کی 2.7 ملین ہیکٹر اراضی کا صرف 14 فیصد قابل کاشت ہے۔ اس میں سے نصف کے لگ بھگ اراضی زیر کاشت ہے۔ جو لوگ برسر روزگار ہیں ان میں سے زیادہ تر تعمیرات اور زراعت کے علاوہ پاکستان اور افغانستان کے درمیان ہونے والی ٹرانزٹ ٹریڈ سے وابستہ ہیں۔ صنعتی سرگرمیاں ہتھیاروں، کپڑے، آٹا اور چاول وغیرہ کے چھوٹے کارخانوں تک محدود ہیں۔ کاروبار کے تحفظ کے لئے قانونی فریم ورک کی عدم موجودگی، مالی سہولیات کی کم دستیابی اور پست شرحِ خواندگی کے ساتھ ساتھ پاکستان کے دیگر علاقوں کے ساتھ خطے کے کمزور رابطے باضابطہ اقتصادی سرگرمیوں کی ترقی میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ ان ڈھانچہ جاتی اسباب پر مستزاد یہ کہ پڑوسی ملک افغانستان میں جاری تنازعہ کے اثرات نے اس خطے کو بھی اپنی زد میں لے لیا اور کئی سالوں تک یہاں عسکریت پسندی نے پنجے گاڑے رکھے یہاں تک کہ پہلے جنوبی اور شمالی وزیرستان اور پھر خیبر اور دیگر ایجنسیوں میں فوجی کارروائیاں کی گئیں۔

فاٹا کے سماجی و اقتصادی اشاریئے نہ صرف خیبر پختونخواہ بلکہ پاکستان سے بھی بہت پیچھے ہیں۔ آخری شائع شدہ اندازوں کے مطابق فی کس خام علاقائی پیداوار (جی آر پی) 663 ڈالر ہے[4] جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوسط آمدنی کی سطح پاکستان کی قومی اوسط 1,629 ڈالر سے خاطر خواہ حد تک نیچے ہے۔ فاٹا کی تقریباً 60 فیصد آبادی کے بارے میں اندازہ ہے کہ یہ قومی خطِ غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ کثیر جہتی غربت کا وسیع تر پیمانہ استعمال کرتے ہوئے اندازہ ہے کہ تقریباً 73 فیصد آبادی یا قومی شرح کا تقریباً دوگنا تعلیم، صحت اور رہن سہن کے معیارات کے اعتبار سے مفلسی کا شکار ہے۔ اس کے مقابلے میں خیبر پختونخواہ میں یہ تناسب 49 فیصد اور پاکستان میں بحیثیت مجموعی 39 فیصد ہے۔

فاٹا کے سماجی شعبوں کی صورتحال بھی کچھ کم تاریک نہیں ہے۔ بالغ شرح خواندگی مردوں میں 45 فیصد (قومی: 70 فیصد) اور عورتوں میں صرف 7.8 فیصد ہے (قومی: 48 فیصد)۔ صرف 29 فیصد بچوں کی پیدائش ماہر عملہ صحت کی معاونت سے ہوتی ہے (قومی: 52 فیصد) جبکہ پانچ سال سے کم عمر بچوں کی شرح اموات اوسطاً 1,000 زندہ بچوں کی پیدائش پر 104 ہے (لڑکے اور لڑکیاں دونوں) جبکہ اوسطاً 1,000 زندہ بچوں کی پیدائش پر قومی شرح اموات 81 ہے۔ 12 سے 23 ماہ عمر کے بچوں میں حفاظتی ٹیکوں کا کورس مکمل کرنے کا تناسب 33.9 فیصد ہے جبکہ خیبر پختونخواہ میں یہ تناسب 75 فیصد اور پاکستان میں 76 فیصد ہے۔ بحیثیت مجموعی 46.5 فیصد آبادی کو پانی کے بہتر ذرائع تک رسائی میسر ہے (قومی: 91 فیصد)۔[5]

1 اقوام متحدہ ترقیاتی ادارہ (2015) ''ہیومن ڈویلپمنٹ رپورٹ، 2015''۔ جو یہاں سے دستیاب ہے: http://hdr.undp.org/sites/default/files/2015_human_development_report.pdf
2 فاٹا کی انتظامی حیثیت سے متعلق اس سیکشن میں دی گئی معلومات کا ذریعہ فاٹا سیکرٹیریٹ ہے۔
3 1998 کی مردم شماری کے مطابق کل آبادی اور شرح افزائش کو سامنے رکھتے ہوئے اندازاً تخمینہ لگایا گیا ہے۔
4 برکی، شاہد جاوید، (2010)۔ Economics and Extremism، روزنامہ ڈان، 5 جنوری۔
5 پاکستان کے تمام سماجی اشاریوں کے بارے میں معلومات کا ذریعہ عالمی بینک اور یونیسیف ہیں۔

مجوزہ اصلاحات

پاکستان آرمی کی طرف سے کامیاب آپریشن کے بعد قبائلی علاقہ جات کی سکیورٹی صورتحال میں بہتری سے فاٹا میں جامع اصلاحات پر بھرپور انداز میں کام کرنے کا ایک موقع پیدا ہوا۔ وزیر اعظم نواز شریف نے ایک فاٹا اصلاحات کمیٹی تشکیل دی جس نے تمام مکاتب فکر کے ساتھ وسیع مشاورت کے بعد اگست 2016 میں اپنی سفارشات کو حتمی شکل دی۔

کمیٹی کی بعض اہم سفارشات درج ذیل ہیں:

☆ پانچ سالہ عرصے میں فاٹا کو مرکزی دھارے میں لایا جائے، جس کے پیش نظر اسے خیبر پختونخواہ میں ضم کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ حکومت کی اتحادی کچھ سیاسی جماعتیں اس سلسلے میں جاری مذاکرات کے نتیجے میں اس پر راضی ہوجائیں۔

☆ ایسی دفعات متعارف کرائی جائیں کہ فاٹا کے عوام 2018 کے انتخابات میں خیبر پختونخواہ اسمبلی میں اپنے نمائندے منتخب کر سکیں۔

☆ فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر) کو منسوخ کرکے اس کی جگہ مجوزہ 'ضابطہ رواج برائے قبائلی علاقہ جات' نافذ کیا جائے جس میں 'اجتماعی ذمہ داری' سے متعلق دفعات حذف کردی جائیں۔

فاٹا ترقیاتی منصوبے پر عملدرآمد کے لئے سالانہ بنیاد پر قومی

☆ مالیاتی کمیشن ایوارڈ کے تحت فاٹا کے لئے خام وفاقی قابل تقسیم پول کا تین فیصد مختص کیا جائے۔ یہ سرکاری شعبے کے وفاقی ترقیاتی پروگرام سے مختص کی جانے والی 21 ارب روپے سالانہ کی رقم کے علاوہ ہوگا۔

مارچ میں کابینہ نے ان سفارشات کی منظوری دے دی اور فاٹا اصلاحات کے لئے قانون سازی پیکج مئی میں پارلیمنٹ میں پیش کیا جانا تھا لیکن جاری سیاسی مذاکرات کی وجہ سے مزید پیشرفت جمود کا شکار ہو گئی۔

فی الوقت فاٹا نہ صرف سیاسی، انتظامی، مالی، اقتصادی دھارے سے بلکہ ملک کے شماریاتی رپورٹنگ کے ڈھانچے سے بھی باہر ہے۔ محدود سیاسی نمائندگی نے وسائل کی شفاف تخصیص کے ساتھ ساتھ منظم انداز میں طے شدہ ترقیاتی ترجیحات پر اخراجات کو بھی نقصان پہنچایا ہے۔ قصہ مختصر، کہا جا سکتا ہے کہ ماضی میں پاکستان کا قومی ضمیر خواب غفلت میں رہا اور فاٹا اپنی ڈگر پر چلتا رہا۔ مجوزہ اصلاحات کی بدولت فاٹا کو نہ صرف قومی مالی وسائل میں طے شدہ حصے سے فائدہ پہنچے گا بلکہ یہ خطہ جمہوری احتساب کے نظام پر مبنی ڈھانچے سے بھی مستفید ہو پائے گا۔

مثبت تبدیلی کا سفر

فاٹا کی ترقی میں درپیش مشکلات دور کرنے اور اس کی سماجی و اقتصادی صورتحال بہتر بنانے کے لئے ایک کثیر رخی اور کثیر جہتی لائحہ عمل کی ضرورت ہے۔ فاٹا کے پولیٹکل طرز حکمرانی میں تجویز کی گئی تبدیلیوں، جو مقامی لوگوں کی بہتر شمولیت اور انہیں بااختیار بنانے کا باعث بنیں گی، کے ساتھ ساتھ ایک عنصر جو اس مرحلے پر دیکھنے میں نہیں آتا، یہ ہے کہ پاکستان کے دیگر علاقوں کے ساتھ فاٹا کے 'معاشی انضمام' کو کس طرح وسعت دی جائے گی۔ بحیثیت مجموعی فاٹا کے سماجی و اقتصادی حالات میں بہتری لانے اور اسے پاکستان کے دیگر علاقوں کے برابر لانے کے لئے درج ذیل اقدامات اہمیت کے حامل ہیں:

بنیادی ڈھانچے پر سرمایہ کاری (سڑکوں، سکولوں، ہسپتالوں، بنیادی مراکز صحت، مہارتوں میں بہتری اور تربیت کے مراکز، نکاسی آب و آبپاشی اور کھیلوں کے مراکز وغیرہ کی تعمیر) اور پاکستان کے دیگر علاقوں کے ساتھ **رابطوں میں بہتری** (شاہراہوں، ٹیلی مواصلات کی سہولیات، فضائی اڈوں کے ذریعے) سے تجارتی سرگرمیوں کی راہ ہموار ہوگی، روزگار کے مواقع پیدا ہوں گے، نئی سرمایہ کاری آئے گی، سفر و سیاحت کو فروغ ملے گا اور ہو سکتا ہے کہ فاٹا سے تعلق رکھنے والے تارکین وطن کی طرف سے ترسیل زر کے بہاؤ میں اضافہ بھی دیکھنے کو ملے۔

"سافٹ" انفراسٹرکچر پر سرمایہ کاری مثلاً مہارتوں میں بہتری، خاص طور پر نوجوانوں کی، مویشی بانی اور کاشت کاری کے طریقے بہتر بنانے کے لئے زرعی توسیعی خدمات کے ساتھ ساتھ کھیتوں میں پانی کا عمدہ استعمال، نیا کاروبار شروع کرنے اور اسے چلانے میں معاونت اور تربیت، کھیلوں کے ٹورنامنٹ منعقد کرانے میں معاونت اور تبادلہ کے پروگرام وغیرہ۔

مقامی استعداد میں بہتری - انتظامی، مالی، قانون سازی اور عوامی خدمات کی فراہمی کے شعبوں میں، تاکہ اصلاحات کے وعدے کو پوری طرح عملی جامہ پہنایا جاسکے۔

فاٹا کے لئے وسائل کی دستیابی میں اضافہ کے لئے این ایف سی ایوارڈ میں باقاعدہ اور مستحکم حصہ۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت فاٹا کو اپنی ترقیاتی ضروریات کے سلسلے میں مالی وسائل کی دستیابی میں شدید کمی کا سامنا ہے۔ اگر فاٹا کے لئے این ایف سی ایوارڈ سے مختص کی جانے والی فی کس رقم اتنی کردی جائیں جتنی صوبوں کو ملتی ہیں تو اسے 151 ارب روپے کے اضافی فنڈز ملیں گے (موجودہ رقوم کے مقابلے میں تقریباً ڈیڑھ گنا زائد)۔

مالی سہولیات کی وسعت اور سب کی شمولیت: سرمایہ کی رسمی سہولیات تک رسائی بہت کم ہے اور فاٹا کے صرف 0.3 فیصد لوگ بینکوں سے قرض لیتے ہیں۔ تقریباً 29 فیصد گھرانوں کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ وہ غیر رسمی ذرائع سے ادھار لیتے ہیں۔ مالی سہولیات کی وسعت اور سب کی شمولیت کے ذریعے سرمایہ کی رسمی سہولیات کا استعمال بڑھنے سے معاشی سرگرمیوں کو فروغ ملے گا اور وقت کے ساتھ رسمی معیشت کو ترقی ملے گی۔

اقتصادی طرز حکمرانی کے اداروں کی فراہمی: فاٹا کو صحیح معنوں میں قومی سماج کے دھارے میں لانے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں اقتصادی طرز حکمرانی کے مطلوبہ ادارے موجود ہوں۔ اولین ضرورت یہ ہے کہ فاٹا کو ملک کے نیشنل اکاؤنٹس کے ڈھانچے میں ضم کیا جائے اور اقتصادی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ معیشت کے دیگر اہم پہلوؤں مثلاً روزگار کی سطح اور رجحانات، سرمایہ کاری کے بہاؤ، افراط زر وغیرہ کا جامع انداز میں مدت وار ریکارڈ مرتب کیا جائے۔

فاٹا میں منصوبہ سازی کے کام اور اس کے سرکاری مالی امور کی مینجمنٹ میں تشکیل نو کرکے اسے جدید خطوط پر استوار کرنے کی ضرورت ہے۔ رسمی معیشت کی سرگرمیاں جب بڑھنے لگیں تو اس مرحلے پر ٹیکس انتظامیہ کے لئے ایک ریونیو اتھارٹی قائم کرنے کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے۔

نجی شعبے کا کردار: فاٹا کی سماجی و اقتصادی ترقی کو پائیدار اور دیرپا بنانے کے لئے نجی شعبے کی شمولیت یقینی بنانا انتہائی ضروری ہے۔ فاٹا کی سکیورٹی صورتحال میں بہتری اور اصلاحات پر مرحلہ وار عملدرآمد پر سرمایہ کاری کے حوالے سے ابتدائی ردعمل تو شاید علاقے کے لوگوں اور مقامی باشندوں کی طرف سے ہی سامنے آئے لیکن کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اگر ملک کے دیگر علاقوں سے نجی شعبے کو بھی یہاں سرمایہ کاری پر مائل کیا جائے تو اس سے علاقے کے معاشی امکانات میں نمایاں اور ضروری بہتری آسکتی ہے۔

اس سلسلے میں ان پسماندہ علاقوں پر کام کیا جاسکتا ہے جہاں سیاحت یا افغانستان کے ساتھ مزید رسمی تجارت یا خدمات کے حوالے سے استعداد موجود ہے۔ نجی شعبے کو اس طرف مائل کرنے کے لئے ضروری ہوگا کہ ٹیکس استثناء جیسی مراعات دی جائیں جن کا تناسب مختلف صورتوں میں مختلف بھی ہو سکتا ہے اور انہیں سرمایہ کاری کے حجم اور اس سے پیدا ہونے والے روزگار کے مواقع وغیرہ سے بھی مشروط کیا جاسکتا ہے۔

کمرشل بینکوں کی حوصلہ افزائی بھی کرنا ہوگی کہ وہ فاٹا میں محض رقوم جمع کرنے والی سرگرمیوں سے آگے بڑھیں اور مقامی کاروباری اداروں کو قرض دینے کا سلسلہ شروع کریں۔ مائیکروفنانس اور چھوٹے قرضوں کی سکیموں کا پھیلاؤ بڑھانا بھی فاٹا بالخصوص یہاں کی خواتین کی سماجی و اقتصادی زندگی بہتر بنانے کی کوششوں میں اہمیت کا حامل ہوگا۔

آخری بات، چھوٹے اور درمیانی کاروبار میں معاونت کے مراکز مثلاً سمیڈا کے مقامی دفاتر کا قیام اپنے کاروبار کا رجحان بڑھانے اور ممکنہ مقامی کاروباری افراد کی مینجمنٹ کی صلاحیتیں بہتر بنانے کی جانب ایک اہم قدم ہو سکتا ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ فاٹا میں جامع سیاسی و اقتصادی اصلاحات سے نہ صرف اس کے عوام کو بھرپور سیاسی نمائندگی ملے گی، وسائل کے بہاؤ میں اضافہ ہوگا اور ان کی کے انتظامی امور میں احتساب اور شفافیت میں بہتری آئے گی بلکہ وقت کے ساتھ تمام مقامی باشندوں کے لئے ترقی کے بہتر ثمرات بھی سامنے آئیں گے۔

مکرر ارشاد

"... کسی بھی معاشرے میں اقتصادی تبدیلیوں کی پائیداری نجی شعبے کے مسلسل کردار سے جڑی ہوتی ہے۔"

جاوید آفریدی

سی ای او، ہائیر پاکستان

فاٹا کا معاشی اور سماجی مستقبل کیا نظر آتا ہے اور اصلاحاتی عمل اس پر کس طرح اثر دکھائے گا؟

اصلاحات، اگر ان پر عملدرآمد ہو جائے، فاٹا میں معاشی مواقع بہتر بنانے کے لئے یقیناً انتہائی اہم رہیں گی کیونکہ یہ براہ راست اس مستحکم اور محفوظ ماحول سے جڑی ہیں جو اصلاحاتی عمل کے نتیجے میں پیدا ہو سکتا ہے۔ اصلاحات کے سیاسی و قانونی مقاصد یعنی فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں ضم کر کے اسے پاکستان کی قومی اساس کا حصہ بنانے سے بالآخر فاٹا کے باسیوں کو وہ شہری حقوق مل جائیں گے جو اس نوآبادیاتی فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن کے ہاتھوں ظلم و استبداد اور محرومیوں کی کئی دہائیوں کے بعد اب ان کا حق بنتے ہیں۔

مزید برآں، اصلاحات کا اصل زور فاٹا کو ملک کے قانونی و سیاسی ڈھانچے میں ضم کرنا ہے جس سے خطے کے لوگوں کی زندگیاں بہتر ہوں گی کیونکہ اس کی بدولت یہ لوگ اپنے لیڈر منتخب کر سکیں گے، عدالتی نظام کے ذریعے انصاف حاصل کر سکیں گے اور انہیں ان خدمات تک رسائی ملے گی جو اس خطے کو تنازعات اور پسماندگی کے تباہ کن اثرات سے نکالنے کے لئے ضروری ہیں۔ یقیناً یہ درست سمت میں ایک قدم ہو گا لیکن اس عمل پر نظر رکھنا اور اس بات کو یقینی بنانا حکومت کی ذمہ داری ہے کہ یہ اس طرح پایہ تکمیل کو پہنچے جس سے فاٹا کے عوام کو فائدہ پہنچے جو ایک طویل عرصے سے عدم نمائندگی اور چشم پوشی کا شکار رہیں۔

فاٹا کی معاشی افزائش اور سماجی ترقی یقینی بنانے میں نجی شعبہ کیا کردار ادا کر سکتا ہے؟

میں سمجھتا ہوں کہ کسی بھی معاشرے میں معاشی تبدیلیوں کی پائیداری نجی شعبے کے مسلسل کردار سے جڑی ہوتی ہے۔ بجلی کی قلت جیسے مسائل کے باوجود پاکستان کی صنعت اشیاء و خدمات کی بڑھتی مانگ کے باعث بلندی کی طرف جا رہی ہے۔ فاٹا کا معاملہ بھی کچھ مختلف نہیں۔ موبائل فون کے پھیلاؤ سے فاٹا کے باشندوں میں آگاہی کی راہیں کھل رہی ہیں اور جدید اشیائے تصرف کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ تاہم اس خطے کو معاشی افزائش سے روشناس کرانے کے لئے نجی شعبے کا کردار محض یہ نہیں ہونا چاہئے کہ وہ استعمال شدہ اشیاء بیچنے والوں کے ذریعے انہیں فاٹا میں درآمد کرتا رہے۔ اگر حکومت مثال کے طور پر کارپوریٹ ٹیکس پر ریلیف کی شکل میں قابل ذکر مراعات فراہم کر دے، تاکہ نجی شعبہ اس خطے میں آ کر سرمایہ کاری کرے اور یہاں کے انسانی وسائل پر سرمایہ لگائے تو اس کردار کی بدولت فاٹا کو بہت کچھ مل سکتا ہے۔ لہٰذا اس طرح نجی شعبہ نہ صرف روزگار کے مواقع پیدا کرے گا اور اعلیٰ تعلیم کے لئے مراعات دے گا بلکہ مقامی کمیونٹیز میں سماجی ترقی کی راہ بھی ہموار کرے گا جس سے خاص طور پر خواتین اور نوجوانوں کو بحیثیت مجموعی بااختیار بنانے میں مدد ملے گی۔ پشاور زلمی اسی بناء پر زلمی فاؤنڈیشن کے ذریعے سبقت لے رہی ہے جس کا زیادہ زور خاص طور پر فاٹا اور ملک کے دیگر معاشی لحاظ سے محروم علاقوں میں ترقیاتی سرگرمیوں پر ہے۔ تاہم پشاور زلمی کھیل کے ذریعے کمیونٹیز کی حالت بدلنے کے رہنما اصول پر چل رہی ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ فاٹا میں ٹیلنٹ بھی ہے اور اس کی مارکیٹ بھی مواقع سے بھرپور ہے بشرطیکہ خطے کی ترقی میں معاونت اور سرمایہ کاری کے درمیان درست توازن پیدا کر دیا جائے۔ لہٰذا وقت کا تقاضا ہے کہ یہاں محض زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کے لئے ہی سرمایہ کاری نہ کی جائے بلکہ ضمیر کی آواز پر لبیک کہنا بھی ضروری ہے جس کے لئے نجی شعبہ اپنے منافع کے کچھ حصوں سے دستبردار ہونے کے لئے تیار ہے اور یہاں سماجی ترقی کی حوصلہ افزائی کے لئے خطے کے لوگوں کو بھرتی کرنے پر آمادہ ہے۔ اس ضمن میں حکومت کلیدی کردار ادا کر سکتی ہے۔ مثال کے طور پر فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں ضم کرنے سے ایک ایسی معیشت جنم لے گی جس میں کاروباری سرگرمیاں ممکن ہوں گی اور وفاقی اور صوبائی دونوں حکومتیں نجی شعبے کو یہاں سرمایہ کاری پر مائل کرنے اور فاٹا میں شامل علاقوں کو ترقی دینے میں اپنا کردار ادا کر سکیں گی۔

کیا اصلاحاتی عمل میں عوام کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور اس میں مقامی کمیونٹی کے مطالبات یا ضروریات کو کس طرح پورا کیا جائے گا؟

جہاں تک خواہشات کا تعلق ہے تو یقیناً اس میں لوگوں کو ہی مرکزی حیثیت حاصل ہے لیکن نتائج کا سارا دارومدار عملدرآمد کے طریقہ کار پر ہو گا۔ یہاں احتساب کا ایک نظام ہونا چاہئے، مثلاً کوئی غیر جانبدار ریگولیٹری ادارہ جو اس امر کو یقینی بنائے کہ اصلاحات پر واقعی اسی طرح عملدرآمد ہو رہا ہے جس طرح کہا گیا تھا اور جس پر تمام فریقوں نے اتفاق کیا تھا۔ اصلاحات میں مقامی سیاق و سباق کو واقعی پیش نظر رکھا گیا ہے کیونکہ روایتی جرگہ نظام پھر بھی سب پر بھاری ہے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں فراہمی انصاف کے لئے پہلی سماعت ہو گی جس کے بعد معاملات حتمی فیصلہ کرنے والے ادارے سپریم کورٹ کے پاس جائیں گے۔ تبدیلی اور وہ بھی جو پائیدار ہو، کبھی بھی بیک جنبش قلم مسلط نہیں کی جا سکتی اور اس میں مقامی سیاق و سباق کو پیش نظر رکھنا لازم ہوتا ہے۔ تاہم اختیار اور انصاف کے معاملات میں ہر جگہ پیچیدگیاں ہوتی ہیں چاہے وہ روایتی نظام ہو یا جدید۔ مقامی کمیونٹی کے پاس ایسے پلیٹ فارم ہونے چاہئیں جہاں وہ اپنے خدشات اور شکایات کا اظہار کر سکے اور خیبر پختونخواہ کی صوبائی اسمبلی میں فاٹا کی نمائندگی اور اصلاحات میں کئے گئے وعدوں سے یقیناً اس میں مدد ملے گی۔ ہمیں ایک قدم آگے جانا ہو گا اور پاکستان کے شہری ہونے کے ناطے مختلف عوامی فورمز مثلاً میڈیا کے ذریعے فاٹا کو سماجی و معاشی لحاظ سے ملک کے ساتھ ضم کرنے کے عمل کو بھی فروغ دینا ہو گا۔

انٹرویو

مکرر ارشاد

"...اصلاحاتی عمل اور پیکج مقامی لوگوں کی ضروریات پوری نہیں کرتا۔"

ہدایت اللہ

سینیٹر

فاٹا کا معاشی اور سماجی مستقبل کیا نظر آتا ہے اور اصلاحاتی عمل اس پر کس طرح اثر دکھائے گا؟

میں نہیں سمجھتا کہ اصلاحاتی پیکج نے بذات خود فاٹا کے خطے پر کوئی اثرات مرتب کئے ہیں۔ میرے خیال میں تو یہ محض ایک تجویز تھی۔ فاٹا کی سماجی یا معاشی صورتحال پر کوئی اثرات مرتب نہیں ہو رہے۔ حکومت نے ترقی کے لئے کوئی اضافی فنڈز مختص کئے ہیں نہ اس پیکج سے فاٹا کے عوام کے لئے کوئی اضافی فوائد دیکھنے کو ملتے ہیں۔ الٹا یہاں ٹیکس نافذ کر دیئے گئے ہیں جن کی وجہ سے اب نجی شعبے کو یہاں سرمایہ کاری میں کوئی دلچسپی نہیں رہے گی۔ یہ مزید بیروزگاری کی راہ ہموار کر رہا ہے۔ دوسرا، خطے میں دہشت گردی اور عسکریت پسندی کا سبب بیروزگاری ہے۔ لٰہذا کسی بھی اثرات کے آثار مستقبل میں نظر آتے ہیں نہ حال میں۔ حکومت نے واضح طور پر بتا دیا ہے کہ صوبے این ایف سی میں حصہ دینے کو تیار نہیں ہیں اور اگر سرمایہ نہیں ہوگا تو کوئی ترقی بھی نہیں ہوگی۔

بل ابھی تک منظور نہیں ہوا لٰہذا اس پر عملدرآمد کا سوال ابھی باقی ہے۔ دوسرا، سرمایہ ایک بڑا مسئلہ ہے۔ جب تک ترقی میں مدد دینے کے لئے مالی وسائل نہیں ہوں گے خطہ ترقی نہیں کر سکے گا۔ گزشتہ چھ سے سات سالوں میں خطے کو موصول ہونے والی تمام رقوم کی تفصیل تیار کریں جس میں رواں سال ملنے والے 26 ارب روپے اور گزشتہ سال موصول ہونے والے 22 ارب روپے بھی شامل کر لیں تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان میں سے 80 فیصد رقوم پہلے سے جاری منصوبوں کو چلانے کے لئے مختص تھیں اور مستقبل کے ترقیاتی منصوبوں کے لئے کچھ نہیں دیا گیا۔ نئی سکیموں کے لئے خطے کو دی جانے والی رقوم میں سے صرف 20 فیصد مختص کی گئی ہیں اور بدقسمتی سے محض 20 فیصد رقوم ایک ایسے خطے کے لئے جہاں اخراجات میں شفافیت اور احتساب بھی ایک مسئلہ ہے، جس کے بعد ترقی کے لئے کوئی خاطر خواہ رقم باقی نہیں رہ جاتی۔

اصل ضرورت اس بات کی ہے کہ معاشی پائیداری کے لئے ایک موزوں منصوبہ ترتیب دیا جائے۔ ایک دس سالہ منصوبہ وضع کیا جائے جس میں آئندہ دہائی کے لئے سماجی و معاشی منصوبہ بندی طے کر دی جائے اور جس میں نگرانی اور احتساب کے موزوں انتظامات شامل ہوں۔ خطے کو غیر مشروط طور پر سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے دائرے میں لایا جائے۔ مذکورہ بالا دونوں وجوہ کے پیش نظر رواج ایکٹ پر موزوں طریقے سے عملدرآمد کیا جائے اور پھر اس پر پیشرفت اور عملدرآمد کی جانچ پرکھ کی جائے۔ خطے کو آڈٹ کے دائرے میں بھی لایا جائے۔ تمام متعلقہ فریقوں کو اس عمل میں مکمل طور پر شامل کیا جائے۔

بہتری کی گنجائش یقیناً موجود ہے اور چیزوں کو بہتر کیا جا سکتا ہے۔ رواج ایکٹ کو مزید بہتر بنایا جائے اور ہر ایجنسی کے لئے واضح سنگ میل طے کر لئے جائیں مثلاً ایک سال میں کتنے سکول تعمیر کئے جائیں گے، وغیرہ۔

فاٹا کی معاشی افزائش اور سماجی ترقی یقینی بنانے میں نجی شعبہ کیا کردار ادا کر سکتا ہے؟

نجی شعبے کی شروع سے ہی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ سرمایہ کاروں کو مائل کرنے کے لئے مراعات دینے کی ضرورت ہے۔ ماضی میں جو کچھ مراعات تھیں حکومت نے وہ بھی واپس لے لی ہیں۔

اگر خطے میں نجی شعبے کا کردار بڑھ جائے تو اس سے صنعت بالخصوص کان کنی کے شعبے کو ترقی ملے گی۔ نجی شعبے میں اس قدر استعداد ہے کہ یہ مثال کے طور پر کان کنی کی صنعت میں نئے اور جدت آمیز طریقے متعارف کرا سکتا ہے۔ تاہم نجی شعبے اور دیگر عناصر کی حوصلہ افزائی کے لئے بڑی مراعات دینے کی ضرورت ہے تاکہ وہ خطے میں اپنی صنعتیں قائم کریں۔ تحفظ کی کوئی ضمانت نہیں دی جاتی۔ اسی طرح گزرے سالوں میں بینکنگ کے شعبے میں کوئی تبدیلی دیکھنے کو نہیں ملی۔ مثال کے طور پر باجوڑ ایجنسی میں کل دو بینک ہیں جو صرف دو قصبات میں قائم ہیں حالانکہ ایجنسی کی آبادی تقریباً ایک کروڑ چالیس لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ اسی سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ خطہ کس قدر 'سازگار ماحول' فراہم کرتا ہے۔

کیا اصلاحاتی عمل میں عوام کو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور اس میں مقامی کمیونٹی کے مطالبات یا ضروریات کو کس طرح پورا کیا جائے گا؟

اصلاحاتی عمل اور پیکج مقامی کمیونٹی کی ضروریات پوری نہیں کرتا۔ آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اس میں لوگوں کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے حالانکہ بلدیاتی اداروں کے انتخابات کرائے گئے ہیں نہ این ایف سی کا تین فیصد حصہ مختص کیا گیا ہے۔ عوام کو نمائندگی دی گئی نہ اختیار اور نہ ہی ان کی مالی مدد کی گئی۔ خطے کے نئے سالانہ ترقیاتی منصوبہ میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ کوئی نیا پرائمری سکول تعمیر نہیں کیا جائے گا۔ قانونی اصلاحات بھی اس صورتحال میں مدد نہیں دیتیں۔ لوگوں کو بالعموم اصلاحاتی عمل میں شامل نہیں کیا گیا۔ قانونی اصلاحات کے نئے پیکج پر فاٹا کے ارکان پارلیمنٹ سے بات بھی نہیں کی گئی۔ کیسی مضحکہ خیز بات ہے کہ فاٹا کے لئے فیصلے وہ لوگ کر رہے ہیں جن کا تعلق فاٹا سے نہیں ہے اور وہ خطے کے زمینی حقائق سے آگاہ نہیں ہیں۔

دوسرا، تین فیصد این ایف سی ایوارڈ کو آئین کا حصہ بنایا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ متعلقہ علاقوں کے لئے رقوم کی تخصیص طے کر دی جائے۔ تیسرا، جب تک فاٹا وزیراعلیٰ خیبرپختونخواہ کے تحت نہیں آتا خیبرپختونخواہ کے ارکان پارلیمنٹ کو فاٹا کے ارکان پارلیمنٹ سے الگ شمار کیا جائے جو فی الوقت نہیں ہو رہا کیونکہ خیبرپختونخواہ اور فاٹا کے ارکان صوبائی اسمبلی کو ایک ساتھ رکھا جاتا ہے۔

مقامی کمیونٹی کو خیبر پختونخواہ کے ساتھ انضمام پر کوئی مسئلہ نہیں ہے بشرطیکہ اسے خیبر پختونخواہ میں ضم کرنے سے پہلے اس کی ترقی کے لئے کئے گئے وعدے پورے کر دیئے جائیں۔ اگر ایسا نہ ہوا اور انضمام ہوگیا تو فاٹا کا علاقہ باقی ماندہ ملک کے برابر نہیں آپائے گا۔

تمام ایجنسیوں میں ایک ہی مشترکہ قانون نافذ ہونا چاہئے اور نظام انصاف کی کئی پرتیں مثلاً سول جج، ایگزیکٹو مجسٹریٹ، پولیٹکل ایجنٹ، جوڈیشل مجسٹریٹ، سول جج اور باقی سب نہیں ہونے چاہئیں۔ ایف سی آر ایک شاندار قانون ہے بشرطیکہ اس پر درست طریقے سے عملدرآمد کیا جائے۔ رواج ایکٹ میں بہتری لانے کی ضرورت ہے۔ بیرونی اثرورسوخ کی وجہ سے جرگہ نظام کو بھی آلودہ کر دیا گیا ہے اور ثقافتی اور خاندانی اقدار پر مبنی پرانا جرگہ نظام ختم ہو چکا ہے۔

© UNDP Pakistan

قانون کی حکمرانی[1]

اصلاحاتی عمل اور اس سے متعلق ہونے والے مذاکرات میں قانون کی حکمرانی کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ تاریخی، موجودہ اور آئندہ قانونی فریم ورک، قوانین اور تنازعات کے تصفیہ کے نظام براہ راست اور بھرپور انداز میں فاٹا کے شہریوں کی روزمرہ زندگیوں پر اثر دکھاتے ہیں۔ نیم خودمختار قبائلی علاقہ جات میں رائج موجودہ قانون فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن، 1901 (ایف سی آر) ہے جو انگریز نوآبادیاتی دور کی باقیات ہے اور جو دیوانی، فوجداری اور انتظامی قانون کا احاطہ کرتا ہے۔ ایف سی آر کے تحت فاٹا کے باشندوں کو آئین میں دیئے گئے حقوق، بنیادی حقوق اور کئی انسانی حقوق حاصل نہیں اور وہ اجتماعی ذمہ داری کے پابند ہیں۔ اصلاحاتی عمل کا واحد اہم ترین جزو اس کے نتیجے میں سامنے آنے والا قانون کی حکمرانی کا ڈھانچہ ہوگا۔ اس میں نہ صرف یہ باتیں شامل ہیں کہ کون سے قوانین نافذ ہیں، کون سے منسوخ ہیں یا کن پر نظرثانی کی گئی ہے بلکہ یہ امر بھی شامل ہے کہ یہ قوانین کس طرح متعارف کرائے جائیں گے۔ مزید برآں، فاٹا کے شہریوں کو ساتھ ملانا اور اس بات کو یقینی بنانا کہ نئے قانونی فریم ورک کے اندر رہتے ہوئے ان کی آواز بھی شامل کی جائے، قانون کی حکمرانی اس طرح یقینی بنانے کے لئے اہم ہے کہ جسے جائز اور قانونی سمجھا جائے۔

تمام تر اصلاحاتی عمل کے اندر رہتے ہوئے قانون کی حکمرانی سے متعلق پیچیدگی کو کسی حد تک سمجھنے کے لئے سیاق وسباق کے طور پر مختصر پس منظر کو بیان کرنا ضروری ہے۔ قانون کی حکمرانی کے موجودہ نظام کے تین اہم اجزاء ہیں: جرگہ، رواج اور لیویز۔ رواج ایجنسیوں کے اپنے رسوم ورواج پر مبنی قوانین ہیں جو دیوانی اور فوجداری تنازعات پر لاگو ہوتے ہیں۔ جرگہ مقامی قبائلیوں کا ایک اجتماع ہے جن میں عام طور پر غالب اشرافیہ کے لوگ ہوتے ہیں، جو مقامی رواج کے مطابق تنازعات کی تفتیش کرتے ہیں اور انہیں طے کرتے ہیں۔ قانون کا نفاذ لیویز اور خاصہ داران (قبائلی ملیشیا) کی ذمہ داری ہے۔

ایجنسیوں کا انتظام پولیٹکل ایجنٹوں کے ذریعے چلایا جاتا ہے جنہیں وسیع عدالتی اور انتظامی اختیارات حاصل ہیں جو جرگوں کے ذریعے استعمال کئے جاتے ہیں۔ جرگوں کی سفارشات پر عمل کرتے ہوئے پولیٹکل ایجنٹ دیوانی یا فوجداری امور کا فیصلہ کرتے ہیں جن کے خلاف کمشنر اور فاٹا ٹریبونل کو اپیل کی جاسکتی ہے۔ فاٹا سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ اس لئے شہریوں کو ایسا کوئی فورم میسر نہیں کہ وہ آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق کا دعویٰ کرسکیں۔

فاٹا میں قانون کی حکمرانی کے لئے اصلاحات

- ☆ سپریم کورٹ اور پشاور ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار کا نفاذ۔
- ☆ پاکستان میں رائج عام قوانین کا آہستہ رو، مرحلہ وار نفاذ۔
- ☆ ایجنسی کی سطح پر عدالتوں کا قیام۔ اور
- ☆ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی استعداد میں بہتری

متعدد اصلاحات ایسی ہیں جو فاٹا کے شہریوں کے حقوق کو بڑھاتی بھی ہیں اور ان میں کمی بھی لاتی ہیں۔ بالغ حق رائے دہی کے قانون، 1996 کے تحت فاٹا کے باشندوں کو انتخابات میں ووٹ کا حق دیا گیا جبکہ ماضی میں صرف ملکوں کو فاٹا کے نمائندے منتخب کرنے کی اجازت تھی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ فاٹا کے نمائندے فاٹا سے متعلق کوئی قانون سازی نہیں کرسکتے کیونکہ قانون سازی اور ایگزیکٹو اختیارات صدر پاکستان کو حاصل ہیں۔ ایف سی آر کے سیکشن 55اے، جو 1997 میں شامل کیا گیا، کے ذریعے ایف سی آر ٹریبونل قائم کرنے کا اہتمام کیا گیا جسے ایف سی آر کمشنر کی طرف سے دیئے گئے کسی بھی فیصلے، اس کی طرف سے دی گئی سزا یا اس کی طرف سے دیئے گئے حکم پر نظرثانی کا اختیار حاصل تھا۔ 2011 میں ایف سی آر ٹریبونل کی جگہ فاٹا ٹریبونل بنا دیا گیا اور پولیٹکل پارٹیز آرڈر منظور کیا گیا جس کی بدولت سیاسی جماعتوں کو فاٹا میں کام کرنے کی اجازت مل گئی۔ 2011 کے اصلاحاتی پیکج نے خواتین، کم سن بچوں اور عمر رسیدہ افراد کو اجتماعی ذمہ داری سے مبرا قرار دے دیا، فاٹا ٹریبونل کو مستحکم بنایا، ضمانت اور اپیل کے تصورات متعارف کرائے، جائیداد کی ضبطی سے تحفظ دیا، اور اجتماعی ذمہ داری کے تحت پورے قبیلے کو گرفتار کرنے کی روش کا خاتمہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس اصلاحاتی پیکج نے خطے میں جاری بغاوت کی بناء پر سکیورٹی ایجنسیوں کو بے پناہ اختیارات دیئے۔

موجودہ اصلاحاتی پیکج کے تحت ایف سی آر ختم ہو جائے گا جبکہ رواج، جرگہ، لیویز، پشاور ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے کردار پر اور اس بارے میں مذاکرات کا سلسلہ جاری ہے کہ قانون کس طرح کام کرے گا۔ شروع میں تجویز کیا گیا تھا کہ رواج بل فاٹا میں نافذ کر دیا جائے جو جرگہ کو بطور ادارہ تحفظ دے گا اور ساتھ ہی آئین میں دیئے گئے بنیادی حقوق کو بھی تحفظ ملے گا۔ رواج بل مئی 2017 میں قومی اسمبلی میں پیش کیا گیا تاہم فاٹا کے ارکان پارلیمان، جو پاکستان کے عام قوانین یہاں نافذ کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے، کی طرف سے مخالفت کے پیش نظر ستمبر 2017 میں رواج بل کو واپس لینے اور اس کے بجائے فاٹا میں اعلیٰ عدلیہ کے دائرہ اختیار کے نفاذ کا بل متعارف کرانے کا فیصلہ کیا گیا جبکہ پاکستان کے عام قواعد وضوابط بھی فاٹا میں متعارف کرائے جائیں گے۔

انصاف کے روایتی اور رسمی نظام

قانون کی حکمرانی کے حوالے سے ہر ماڈل کی کئی مختلف شکلیں ہیں جو دیگر ممالک میں دیکھنے کو ملتی ہیں جو قانون کی حکمرانی کے روایتی اور رسمی نظاموں میں مفاہمت یا ہم آہنگی پیدا کرتی ہیں۔ مختلف ملکوں کے تجربات سے کافی کچھ سیکھا جاسکتا ہے جیسے جنوبی سوڈان جہاں روایتی نظام انصاف کو رسمی شعبے میں شامل کر دیا گیا۔ جنوبی سوڈان میں جرگہ کے نظام اور وہاں کے رواج کو اس حد تک قوانین کا حصہ بنا دیا گیا جہاں تک یہ آئین یا قوانین سے متصادم نہیں تھے یا ان حقوق کی خلاف ورزی نہیں کرتے تھے جنہیں آئین یا قوانین میں تحفظ حاصل تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ کمیونٹیز رسوم ورواج کے مقامی قوانین اور اپنے جرگہ نظام کو استعمال کرتے ہوئے معمولی دیوانی تنازعات کو نمٹاتی رہی ہیں یا نمٹا سکتی ہیں۔ روایتی جرگہ فورم کے استعمال کرنے والے اگر تنازعہ کی مصالحت پر مطمئن نہ ہوں تو انہیں عدالتوں تک رسائی کا حق بھی دیا جاتا ہے۔

روایتی طریقوں یا رسوم ورواج کو عدلیہ اور انصاف کے رسمی نظاموں سے ہم آہنگ بنانے میں اس بات کو سمجھنا سب سے اہم ہے کہ دونوں نظاموں کے درمیان ممکنہ تنازعات کہاں کہاں پیدا ہو سکتے ہیں۔ جہاں تک فاٹا کے رواج کا تعلق ہے تو سوائے کرم ایجنسی کے، کہیں بھی یہ دستاویزی شکل میں موجود نہیں ہے۔ پاکستان کے معاملے میں یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں کیونکہ دنیا بھر میں رسوم ورواج کے قانون زیادہ تر زبانی روایات پر چلتے ہیں اور عام طور پر انہیں دستاویزی شکل نہیں دی جاتی۔ کئی ملکوں میں روایتی طریقوں کو کمیونٹی کے تمام تر کلچر کا حصہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس کلچر میں عمائدین کی کونسل یا گروپ کے ذریعے تنازعات کا تصفیہ بھی شامل ہوتا ہے جو درخواست گزاروں کا موقف سننے اور ذمہ داریاں طے کرنے کے بعد متفقہ فیصلہ کرتا ہے۔ یہ فیصلے اور ان کے سلسلے میں ہونے والی گفتگو زبانی شکل میں ہوتی ہے اور بالعموم اس کے کوئی دستاویزی شواہد نہیں ہوتے۔

1 سیاق وسباق پر مبنی یہ پس منظر شہزادہ احمد (سینئر پروگرام سپیشلسٹ)، ارشد جان (لیگل ایڈ سپیشلسٹ) کے ساتھ مل کر تیار کیا گیا ہے۔

رسوم ورواج کے طریقوں کو رسمی نظام انصاف کے ساتھ تبھی ہم آہنگ بنایا جاسکتا ہے کہ کرداروں اور اس سے بھی اہم یہ کہ دونوں کے درمیان کھنچاؤ پر اتفاق رائے کرلیا جائے۔ رسوم ورواج کے طریقوں کو قانون کی شکل دیئے بغیر یا اس سے پہلے دستاویزی شکل دی جاسکتی ہے یا زبانی یاد کیا جا سکتا ہے۔ ایسے طریقوں کو زبانی یاد کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے ایک بنیاد مل جاتی ہے جسے متعلقہ فریق واضح طور پر سمجھ سکتے ہیں کہ روایتی طریقے کہاں کہاں ان حقوق کی خلاف ورزی کر رہے ہیں جنہیں رسمی قوانین مثلاً آئین یا ملکی قانون کے تحت تحفظ حاصل ہے۔ اس کے بعد انصاف کے روایتی طریقوں کو طے شدہ دائرہ کار مثلاً معمولی سماجی امور میں تحفظ دیا جاسکتا ہے۔ یہیں پر اگر درخواست دہندہ چاہے تو تنازعات کو روایتی سے رسمی شعبے میں لانے کے طریقوں پر بھی اتفاق کیا جاسکتا ہے۔

قانونی فریم ورک

انصاف کے رسمی اور روایتی شعبوں کو ہم آہنگ بنانے میں جہاں کئی کامیابیاں حاصل کی گئی ہیں وہیں اس میں واضح مشکلات بھی موجود ہیں۔ ہم آہنگ نظام کی کامیابی کا انحصار دونوں شعبوں کے درمیان کھنچاؤ پر ہے۔ فاٹا میں روایتی شعبے میں نہ صرف رواج اور جرگے بلکہ لیویز بھی شامل ہیں۔ فاٹا اگر پشاور ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے دائرہ اختیار میں آتا ہے تو جرگوں اور عدالتوں کے درمیان تعلق واضح طور پر طے ہوجانا چاہئے۔ اگر استغاثہ اور پولیس کے مروجہ طریقے فاٹا میں بھی نافذ ہوجائیں تو استغاثہ، جرگہ، لیویز اور پولیس کے کرداروں کو بھی اچھی طرح سمجھنا اور طے کرنا ضروری ہوگا۔

اگر ان کرداروں کے علاوہ اتھارٹی، مینڈیٹ اور طریقہ کار کے دائرے واضح طور پر طے شدہ اور تسلیم شدہ نہ ہوں تو ایک ایسا شعبہ انصاف وجود میں آنے کا خطرہ ہوتا ہے جس میں دو قانونی ڈھانچے باہم مقابل ہوتے ہیں یعنی روایتی یا رسوم رواج (رواج، جرگہ، لیویز) کے نظام اور رسمی نظام (عدالتیں، استغاثہ، پولیس، وکیل)۔ باہم مقابل قانونی ڈھانچوں کے ساتھ دو ہمہ گیر خطرات جڑے ہوتے ہیں: 1) جو لوگ رسمی شعبے کو استعمال کرنا چاہتے ہیں وہ رسائی سے باہر ہونے یا اخراجات کی بناء پر اس تک پہنچ نہیں پاتے۔ (2 درخواست گزار وہی نظام منتخب کرتے ہیں جو ان کے حق میں زیادہ ہو (پسند کا فورم)۔

روایتی شعبے کی تین اہم ترین خوبیاں یہ ہیں کہ یہ: 1) باکفایت ہے، 2) رسائی میں ہے، 3) تیز ہے۔ فاٹا میں جہاں رسمی انصاف کا شعبہ نہیں ہے، لوگ رسوم ورواج کے طریقوں کے عادی ہیں، اس کی کارروائی کو عمدہ طریقے سے سمجھتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ ان خدمات تک رسائی کے لئے کس کے پاس جانا ہے اور انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ معاملہ فوراً طے ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ اگر درخواست دہندہ عدالتوں کے نظام سے استفادہ کرنا چاہے تو رسمی اداروں کا پہنچ میں ہونا ضروری ہوگا۔ اگر یہ ادارے پہنچ میں ہوں تو ہوسکتا ہے درخواست گزاروں کو یہ معلوم نہ ہو کہ اپنا مقدمہ کس طرح شروع کرنا ہے یا اس کی کارروائی کیسے ہوگی اور یہ کتنے وقت میں ہوگی۔ آخری بات، عدالتی نظام تک رسائی کے اخراجات، ہوسکتا ہے عدالت اور وکیل کی فیس اس طرف جانے میں مانع ہوجائیں۔

اس معاملے میں اشد ضروری ہوگا کہ عدالتوں کے رسمی نظام کے بارے میں آگاہی پیدا کرنے کی حکمت عملی تیار کی جائے اور اس پر عملدرآمد کیا جائے اور یقینی بنایا جائے کہ بار ایسوسی ایشنز اور قانونی معاونت کی خدمات شروع سے ہی دستیاب ہوں۔ رسمی شعبہ انصاف کے نفاذ کے پہلے مرحلے میں کمیونٹیز تک رابطہ ورسائی اور قانون کی حکمرانی کے اداروں کی موجودگی اور ان میں عملہ کی موجودگی کے سلسلے میں معاونت انتہائی ضروری ہو گی۔ مزید برآں، انصاف کی رسمی کارروائیوں کو تیز کرنا بھی ضروری ہوگا تاکہ فیصلے، خاص طور پر معمولی دیوانی مقدمات میں زیادہ تیزی سے ہوں۔

پسند کے فورم والی سوچ میں دوسرا مسئلہ اس سے بھی زیادہ مشکل ہے تاوقتیکہ درخواست گزاروں کے لئے رسوم ورواج کے فیصلوں پر عدالتی نظام میں اپیل کرنے کا واضح نظام موجود نہ ہو۔ اس معاملے میں رسمی شعبے کی موجودگی اور اس میں عملے کی موجودگی اہم ہے اور کردار اور مینڈیٹ بھی واضح طور پر طے شدہ ہونے چاہئیں۔ مزید برآں، عدالتی نظام میں مقدمات بھیجنے والے نظام کو معکوس انداز میں بھی کام کرنا چاہئے تاکہ چھوٹے موٹے دیوانی مقدمات تصفیہ کے لئے جرگوں کو بھیجے جاسکیں۔ اس سے نہ صرف رسوم ورواج کے ان طریقوں جو حقوق کی خلاف ورزی نہیں کرتے، کے تسلسل میں مدد ملے گی بلکہ رسمی شعبے میں مقدمات کا رش اور التواء کم کرنے میں بھی مدد مل سکتی ہے۔

صنفی انصاف

فاٹا میں خواتین کو انصاف تک رسائی میں نمایاں مشکلات کا سامنا ہے۔ فی الوقت خواتین کو کونسلوں میں شامل ہونے کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی وہ تنازعہ کی فریق کے طور پر ان میں پیش ہوسکتی ہیں۔ اگر مقدمہ ان سے متعلق ہو تو ان کی نمائندگی ان کے مرد رشتہ دار کرتے ہیں۔ انصاف اور سلامتی کے حوالے سے انہیں خاص قسم کے مسائل کا سامنا ہے جیسے 'غیرت' کے نام پر جرائم، وراثت، زمین کی ملکیت اور خاندانی امور۔ جرگہ کی رکن کی حیثیت سے اور اس سے استفادہ کرنے والوں کے طور پر، دونوں حیثیتوں میں جرگوں میں خواتین کی شمولیت میں اضافہ کے ذریعے یقینی بنانا ضروری ہے کہ ان کے حقوق کا تحفظ اور نفاذ ہو۔ لیویز اور پولیس دونوں میں خواتین سے متعلق جرائم پر احساس ذمہ داری پیدا کیا جائے کہ وہ ان پر جوابی اقدام کریں اور قوانین وضوابط پر نظرثانی کے ذریعے ان میں ''خواتین کے خلاف تشدد'' کے جرائم سے تحفظ کی کڑی دفعات شامل کی جائیں۔ قانون کی حکمرانی سے متعلق تمام اداروں بالخصوص قانون نافذ کرنے والے اداروں کی تربیت میں صنفی احساس کا پہلو لازمی قرار دے دیا جائے۔ عدلیہ، استغاثہ، لیویز / پولیس، جیل خانہ جات اور بار کونسلوں میں اعلیٰ سطحوں پر خواتین کی بہتر شمولیت بھی خواتین کو بااختیار بنانے کے لئے ضروری ہے۔ اس ضمن میں قانون کی حکمرانی سے متعلق تمام اداروں میں ہر سطح پر خواتین کی بھرتی اور ترقی کی راہ ہموار کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

حاصل بحث

قانون کی حکمرانی اصلاحات کے عمل میں ایک ایسے قانونی ڈھانچے پر تفصیلی بحث اور اتفاق رائے ضروری ہے جو فاٹا کے عوام کے لئے قابل قبول، باکفایت، شفاف اور قابل رسائی ہو۔ قانون کی حکمرانی کا مضبوط نظام بحالی وترقی بالخصوص معاشی اصلاح واحیاء کی دیگر کاوشوں کی کامیابی یقینی بناتا ہے۔ یکساں اور مساویانہ نفاذ کے اصول پر مبنی قوانین کے موافق اور واضح نظام سے فاٹا کے شہریوں کی واپسی کے ساتھ ساتھ نجی شعبے کی طرف سے سرمایہ کاری پر حوصلہ افزائی ہوگی۔

اصلاحاتی عمل کا بنیادی مقصد مستحکم، پرامن اور معاشی لحاظ سے فعال فاٹا ہے جو تبھی ممکن ہے کہ ایک باہم مربوط قانونی ڈھانچے پر مبنی قانون کی حکمرانی کا مستحکم نظام قائم کیا جائے۔ فاٹا کے شہریوں کی بھرپور شمولیت اس امر کو یقینی بنانے کے لئے ناگزیر ہے کہ لوگوں میں اصلاحاتی عمل کے بارے میں احساس ملکیت پیدا ہو اور جو بھی قانونی ڈھانچہ منتخب کیا جائے اسے وہ لوگ جائز نظر سے دیکھیں جن پر یہ لاگو ہو اور جن کے حقوق کو یہ تحفظ فراہم کرے۔

قانون کی حکمرانی

رحیم شاہ ایڈووکیٹ

صدر، فاٹا لائیرز فورم

سالہا سال سے فاٹا پے در پے آزمائشوں کی زد میں ہے۔ اس علاقے کی ستر سالہ بدحالی کو دور کرنے کا ایک قابل عمل حل یہ ہے کہ فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں ضم کر دیا جائے۔ اگرچہ کہا جاتا ہے کہ خطے کو مرکزی دھارے میں لانے کی کوششوں کا سلسلہ جاری ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ خطے کو خیبر پختونخواہ میں ضم کیا جا رہا ہے۔ درحقیقت مرکزی دھارے میں لانے کا عمل ایک وسیع تر اصطلاح ہے جس کا مطلب ہو سکتا ہے کہ خطے کو کسی طور گلگت بلتستان کی طرز پر الگ صوبہ بنا دیا جائے یا خطے کے موجودہ نظام میں کچھ ترامیم کے ذریعے چیزوں کو اوپر نیچے کر دیا جائے۔ جب ہم فاٹا کو 'مرکزی دھارے' میں لانے کی بات کرتے ہیں تو یہ کوئی واضح بات نہیں رہ جاتی۔ مختلف متعلقہ فریقوں نے مختلف حل تجویز کئے ہیں مثلاً سرتاج عزیز کی سربراہی میں پارلیمانی کمیٹی نے انضمام کی سفارش کی جبکہ سیاست دان مولانا فضل الرحمان نے توجہ کا رخ انضمام سے مرکزی دھارے کی طرف موڑ دیا۔ کمیٹی نے سات ایجنسیوں میں جرگوں کا اہتمام کیا اور تقریباً تین ہزار قبائلی ملکوں اور عمائدین سے مشاورت کی۔ اس کے علاوہ کمیٹی کو وزارت سیفرون کی ہاٹ لائن پر 29,000 آراء موصول ہوئیں جن میں سے اکثریت نے فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں ضم کرنے اور فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر) کے خاتمے کی حمایت کی [1]۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خطے کے لئے واحد راستہ یہی ہے کہ اسے خیبر پختونخواہ میں ضم کر دیا جائے۔

فاٹا کا عدالتی نظام ہمیشہ سے گڑبڑ کا باعث رہا ہے۔ عدالتی نظام تکنیکی طور پر انصاف کے ایسے طے شدہ اور مسلمہ طریقہ ہائے کار کا نام ہے جن کی توثیق اس علاقے میں ہو چکی ہو۔ اس میں رسمی اور غیر رسمی دونوں طرح کے طریقے شامل ہو سکتے ہیں بشرطیکہ ان دونوں طریقوں کے درمیان ہم آہنگی ہو اور انہیں تسلیم کیا جاتا ہو۔ جہاں تک فاٹا کا تعلق ہے تو پولیٹکل حکام فراہمی انصاف کے کچھ اجزاء کے ذمہ دار رہے ہیں جبکہ جرگہ کی ذمہ داریوں میں وہ باتیں شامل تھیں جنہیں فراہمی انصاف کے غیر رسمی طریقوں کا نام دیا جا سکتا ہے۔ تاہم یہ دونوں فراہمی انصاف میں ناکام رہے۔ اس سے ایک ایسا خلاء پیدا ہو گیا جس نے عسکریت پسند تنظیموں کے لئے زمین زرخیز بنا دی۔

فاٹا کے لوگ ساری دنیا کے شہریوں کی طرح عام شہری ہیں۔ ملک کے اندر ہو یا باہر، یہ لوگ کئی قومیتوں کے افراد کے ساتھ مل جل کر رہتے ہیں اور اپنے اردگرد رہنے والے باشندوں کے ساتھ مکمل ہم آہنگی کے ساتھ چلتے ہیں۔ پھر یہ الزام کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے کہ فاٹا کے لوگ عدالتی نظام کو سمجھنے یا اس پر عمل کرنے سے قاصر ہیں؟ یہ سراسر غلط ہے لہٰذا پاکستان کا نظام انصاف فاٹا پر بھی فی الفور نافذ ہونا چاہئے۔ مسئلہ یہ نہیں کہ مقامی لوگ اس پر راضی نہیں ہیں، اصل مسئلہ یہ ہے کہ ریاست اس پر راضی نہیں ہے۔

فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر) پر مبنی انصاف کا سابقہ رسمی نظام ایک غیر انسانی قانون تھا۔ کیسی مضحکہ خیز بات ہے کہ یہ وہ قانون ہے جو شہریوں کو سوائے ناانصافی کے کچھ فراہم نہیں کرتا۔ جہاں تک فراہمی انصاف کے غیر رسمی طریقوں یعنی جرگہ نظام کا تعلق ہے تو یہ بھی کچھ اتنا ثابت شدہ نہیں ہے خاص طور پر اس وقت جب سماجی اور اقتصادی عوامل زبوں حالی کا شکار ہیں۔ یہ عوامل طاقتور قبائلی خاندانوں کے بااثر بیرونی کرداروں کو بیچ میں لے آتے تھے جس کے نتیجے میں جو فیصلے ہوتے وہ جانبداری پر مبنی ہوتے تھے۔ مزید برآں، جرگہ پر کسی حد تک اشرافیہ کا غلبہ اور اس کا مردانہ طرز کا ڈھانچہ ایک اور عامل ہے جو اس زوال پذیری کا باعث بنا۔ پورا جرگہ نظام بنیادی طور پر اتنا کمزور ہے کہ یہ کوئی بڑی تبدیلیاں برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر انصاف کے ان سابقہ نظاموں کو بحال کرنے اور انہیں پورے فاٹا پر لاگو کرنے کی کوشش کی گئی تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ ہم نے ماضی سے کوئی سبق نہیں سیکھا اور وہی تباہی ایک بار پھر اس خطے کا مقدر بن جائے گی جس کا شکار یہ پہلے ہو چکا ہے۔ فاٹا اصلاحات کمیٹی نے ایک ملغوبہ عدالتی نظام تجویز کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایف سی آر کو ختم کر دیا جائے گا اور سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کا دائرہ اختیار فاٹا پر بھی نافذ کر دیا جائے گا لیکن مقامی تنازعات کے تصفیہ کے نظام کے طور پر رواج کے روایتی نظام کو برقرار رکھا جائے گا۔ اس نظام کے تحت رواج ایکٹ فریقین کو اجازت دے گا کہ اگر وہ چاہیں تو ایجنسی جج (جو پولیٹکل ایجنٹ نہیں ہوگا) کو جرگہ مقرر کرنے کی درخواست کر سکتے ہیں جس کے فیصلے پر اپیل کی جا سکے گی۔ اس کے علاوہ نیا قانون اس بات کو بھی یقینی بنائے گا کہ رواج کا نظام آئین میں طے کئے گئے بنیادی حقوق کے موافق ہو۔

فاٹا میں امن و امان کے مسئلے کا سادہ سا حل ہے۔ پہلا، فرنٹیئر کور پہلے سے تربیت یافتہ ہے اور اسے پولیس نظام کے اختیارات سونپے جا سکتے ہیں۔ دوسرا، کچھ اضافی تربیت کے ساتھ لیویز کو بھی اسی مقصد کے لئے تعینات کیا جا سکتا ہے۔ تیسرا اور آخری، فاٹا کے مقامی باشندوں کو بھی لیا جا سکتا ہے اور انہیں تربیت دے کر پولیس فورس میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ اصل سوال یہ ہے کہ آپ کچھ کرنا چاہتے ہوں۔ اس مسئلے کو ضرورت سے زیادہ اچھال دیا گیا ہے حالانکہ خطے میں امن و امان کی صورتحال کو معمول پر لانے میں تین ماہ سے زیادہ نہیں لگیں گے۔ یہ تبدیلی سال 2017 میں ہی آپ کے سامنے آ سکتی ہے۔ جہاں چاہ ہو وہاں راہ بن ہی جاتی ہے۔

فوجی آپریشن اور اب خطے کے انتظامی معاملات فوج کے ہاتھ میں دینے سے ہتھیاروں کے پھیلاؤ کا مسئلہ پہلے ہی حل ہو چکا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہتھیاروں کا خاتمہ محض فاٹا کا نہیں پورے پاکستان کا مسئلہ ہے جس کی بہترین مثال کراچی شہر ہے۔ کسی بھی صورت میں اب جبکہ پورے فاٹا میں تمام ہتھیار واپس لے لئے گئے ہیں تو ہتھیاروں کے پھیلاؤ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر عسکریت پسندوں کے پاس ابھی بھی ہتھیار ہیں تو اس مسئلے کو دور کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔

منصفانہ قانونی اور وکالتی خدمات تک رسائی یقینی بنانے کے لئے بھی ضروری ہے کہ ریاست ایسا چاہتی ہو۔ اس حوالے سے کئی سفارشات موجود ہیں۔ فاٹا کو فوری طور پر عدلیہ کے دائرہ اختیار میں شامل کر دیا جائے۔ پولیٹکل ایجنٹوں کی جگہ کمشنر تعینات کر دیئے جائیں۔ ایف سی آر کا بھی کام تمام کر دیا جائے۔ قبائلی ایجنسیاں نہیں رہنی چاہئیں بلکہ پولیس سٹیشن فوری طور پر قائم کئے جائیں۔ یہ تمام تبدیلیاں ایسی نہیں جن پر کوئی بہت زیادہ وقت لگ جائے۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا ہے اگر متعلقہ فریق واقعی فاٹا میں بہتری کی خاطر کوئی تبدیلی لانا چاہیں تو یہ معاملہ وقت کا نہیں عزم کا ہے۔

1 دی نیشن، عزیز، سرتاج (2017)، History of FATA Reforms، جو آن لائن یہاں سے حاصل کیا جا سکتا ہے: http://nation.com.pk/columns/08-Mar-2017/history-of-fata-reforms

اصلاحاتی عمل میں شفافیت یقینا ایک بڑا مسئلہ ہے۔ صرف بلدیاتی ادارے آڈیٹر جنرل کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس عمل میں شفافیت کو پھر بھی پیش نظر نہیں رکھا گیا۔ تمام اختیارات گورنر کو تفویض کر دیئے گئے ہیں۔ اصلاحاتی پیکج بھی پہلے سے زیادہ اختیارات پولیٹکل ایجنٹوں اور فاٹا سیکرٹیریٹ کو تفویض کرتا ہے۔ اس طرح کے فیصلے ریاست کے غیر سنجیدہ رویئے کی عکاسی کرتے ہیں اور تمام تر عمل کو روک کر خطے میں ترقی کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتے ہیں۔ اصلاحاتی عمل میں احتساب اور شفافیت کے نظاموں کو پیش نظر نہیں لایا گیا اور یہ ادارے آج بھی کمزور ہیں جن میں آڈٹ اور جانچ پڑتال کی اشد ضرورت ہے۔

اسی طرح فنڈز کی مساویانہ تقسیم بھی ایک مسئلہ ہے جس کا جزوی سبب شفافیت کے کمزور نظام ہیں۔ ان فنڈز کی مکمل مینجمنٹ اور ادائیگی صوبائی حکومت، چیف سیکرٹری اور آڈیٹر جنرل کے اختیار میں ہونی چاہئے۔ صوبائی حکومت کو اس عمل کے امور شروع سے آخر تک چلانے کے لئے ایک الگ سیل قائم کرنا چاہئے اور تمام تفصیلات اس کی ویب سائٹ پر واضح طور پر فراہم کی جائیں۔ جب تک ہر سطح پر شفافیت اور احتساب کو بالکل واضح نہیں کر دیا جاتا، لاگو قانون کوئی بھی ہو وہ نظام میں بہتری اور اصلاح میں کامیاب نہیں ہو پائے گا۔

امن و امان کی اصلاح ایک حساس معاملہ ہے خاص طور پر ایک ایسے خطے میں جہاں اصلاحات میں ہمیشہ ذاتی یا سیاسی مخصوص مفادات کے تحت تبدیلیاں کر دی جاتی ہیں۔ اگر اس خطے کو اقتصادی، سماجی اور سیاسی لحاظ سے مستحکم بنانا ہے تو قانون کی حکمرانی کا ایک باقاعدہ مربوط نظام ناگزیر ہے۔

© UNDP Pakistan

افراسیاب خٹک

سینیٹر

مکرر ارشاد

''...اصلاحات کی کامیابی کاانحصار تجاویز پر صحیح معنوں میں عملدرآمد پر ہوگا۔''

کیا آپ کی رائے میں مجوزہ اصلاحات شہریوں کی انصاف تک غیر جانبدارانہ یا منصفانہ رسائی یقینی بنا سکتی ہیں؟ فراہمی انصاف کے مضبوط قبائلی اور روایتی طریقوں کے ساتھ یہ کس طرح چل سکتی ہیں؟

تمام سابقہ اصلاحات کے مقابلے میں موجودہ پیکج اس لحاظ سے منفرد ہے کہ اس میں وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقہ جات (فاٹا) کو پاکستان کی ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ کے دائرہ اختیار میں لانے، نوآبادیاتی دور کے کالے قانون فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر) کو منسوخ کرنے اور فاٹا کے عوام کو خیبر پختونخواہ کی صوبائی اسمبلی میں نمائندگی دینے کی تجاویز شامل ہیں۔ یہ فاٹا کے عوام کو انصاف تک رسائی فراہم کرنے کا بنیادی تقاضا ہے۔ دراصل انگریز دور کے نوآبادیاتی قانون کے ذریعے اقتدار کی تثلیث کے اصول کو بے اثر بناتے ہوئے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 کے تحت اس وقت کے برصغیر کے ''خصوصی علاقوں'' میں قانون سازی کے اختیارات اور انصاف کی انتظامیہ کو ریاست کی شاخ، ایگزیکٹو کے سپرد کر دیا گیا۔ ''خصوصی علاقوں''، جن میں فاٹا بھی شامل تھا، میں ریاستی نظام کا حلیہ بگاڑ کر عملاً ان علاقوں کے باشندوں کو بنیادی حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ 1973 کے آئین کے آرٹیکل 247 کے تحت پارلیمنٹ کا کوئی قانون فاٹا پر لاگو نہیں ہوتا اور یہ علاقہ پاکستان کی کسی ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے دائرہ اختیار سے بھی باہر ہے۔ ایف سی آر کے تحت ایگزیکٹو اور عدلیہ کے تمام تر اختیارات پولیٹکل ایجنٹ کو دے دیئے گئے جو قبائلی ایجنسی (ضلع) کو اپنی جاگیر کی طرح چلاتا ہے جو ملکی عدلیہ کی نگرانی سے مکمل طور پر باہر رہتی ہے۔ لیکن، جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا ہے، مجوزہ اصلاحات کے ذریعے اس صورتحال کو بدلنے کی کوشش کی گئی ہے۔ فاٹا کو اعلیٰ عدلیہ کے دائرہ اختیار میں لانے کی تجویز سے علاقے کے لوگوں کی انصاف تک رسائی یقینی ہو جائے گی، انہیں آئین کے تحت حاصل بنیادی حقوق مل جائیں گے اور انہیں زیریں عدلیہ کے احکامات کے خلاف اپیل کا حق حاصل ہوگا۔ اس پیشرفت سے توقع ہے کہ قانونی اور سماجی اصلاحات کو ان کے منطقی انجام تک پہنچانے کی راہیں بھی کھل جائیں گی۔

مجوزہ قانونی اصلاحات میں سفارش کی گئی ہے کہ 'قبائلی علاقہ جات رواج ایکٹ'، جو ایف سی آر کی جگہ لے گا، کے تحت فوجداری اور دیوانی دونوں طرح کی قانونی چارہ جوئی کے لئے 'جرگہ' (عمائدین کی کونسل) بنایا جائے گا جس سے مقامی رسم و رواج کو نظام عدل کا حصہ بنانے کی گنجائش پیدا ہو جائے گی۔ تاہم اس میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ کوئی بھی ایسا طریقہ جس میں عدلیہ کی کارروائی میں رواج شامل ہوگا، وہ بنیادی حقوق اور خاطر خواہ ملکی قوانین سے متصادم نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ اس بناء پر اہم ہے کہ مخصوص مفادات کے تحت ایف سی آر کو کسی نئے نام سے واپس لانے کی کوئی بھی کوشش ان اصلاحات کے اصل مقصد کی شکست ہوگی۔ یہ توازن پیدا کرنے والے وہ نازک پہلو ہیں جن پر قانون ساز ارکان کو محتاط طریقے سے غور کرنا ہوگا۔

مقامی حکام کے زیرِ انتظام قیام امن کے کسی بھی مجوزہ ڈھانچے کے سیاق و سباق میں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ مجوزہ اصلاحات کا عمل فاٹا میں امن و سلامتی برقرار رکھنے کا کام موزوں طریقے سے انجام دے پائے گا؟

سیاسی استحکام اور سماجی و معاشی ترقی کے لئے امن و سلامتی بنیادی شرط ہے۔ فاٹا کے عوام کے معاملے میں یہ بات خاص طور پر اہم ہے جو بڑے پیمانے پر اور اپنے علاقے میں مسلسل دہشت گردی کے ہاتھوں بے پناہ صعوبتیں اٹھا چکے ہیں۔ اندرون ملک نقل مکانی کرنے والے جو افراد (آئی ڈی پیز) باقی رہ گئے ہیں ان کی واپسی اور مسلح تنازعہ کے دوران بے گھر ہونے والی آبادی کی دوبارہ آبادکاری سے سماجی استحکام کے لئے سازگار حالات پیدا ہوں گے۔ لیکن اس کے منفرد جغرافیائی محل وقوع اور لسانی و ثقافتی اوصاف کے باعث فاٹا میں امن و استحکام کا انحصار پڑوسی ملک افغانستان کی صورتحال پر ہوگا۔ سرحدی امور کے انتظام میں کامیابی اور دہشت گردی کی مشکل پر قابو پانے کا مرحلہ صرف افغانستان اور پاکستان کی ریاستوں کے درمیان تعاون کے ذریعے ہی طے کیا جا سکتا ہے۔

موجودہ شکل میں اصلاحاتی تجاویز میں امن و امان کی مقامی مشینری کی استعداد بہتر بنانے کی سفارش بھی کی گئی ہے۔ علاقے میں پولیس نظام کے حوالے سے لیویز مرکزی فورس کی حیثیت رکھتی ہے۔ اصلاحاتی تجاویز میں نہ صرف اس کی تعداد بڑھانے کی بلکہ اسے سپیشلائزڈ تربیت، ساز و سامان اور عمارتیں فراہم کرنے کی سفارش بھی کی گئی ہے تاکہ یہ اپنے فرائض بہترین طریقے سے انجام دے سکے۔ فرنٹیئر کور جو اہم ترین سرحدی فورس ہے، اس کی استعداد بہتر بنانے کی سفارش بھی کی گئی ہے۔ یہ تمام سفارشات اہم ہیں جو علاقے سے دہشت گردی کے موثر انداز میں تدارک اور پولیس نظام کے سلسلے میں سول مسلح فورسز کی استعداد بڑھانے سے متعلق ہیں۔ تاہم بہتری کی گنجائش ہمیشہ موجود رہتی ہے اور ان تجاویز کو بھی لیوی فورس کے ارتقائی عمل کے تجزیہ کے ذریعے مزید بہتر بنایا جا سکتا ہے تاکہ یہ امن و امان برقرار رکھنے اور فوجداری جرائم کی تحقیقات کے سلسلے میں ایک مکمل فورس کی شکل اختیار کر سکے۔ علاقے کے لئے استغاثہ کا ایک باقاعدہ محکمہ بنانا بھی ضروری ہوگا جو مقامی عدلیہ کو انصاف کی فراہمی میں مدد دے سکے۔ مجوزہ اصلاحات میں منتخب بلدیاتی اداروں کا ایک نظام وضع کرنے کی تجویز بھی شامل ہے جس سے لوگوں کو مقامی سطح پر فیصلہ سازی کے اختیارات ملیں گے جو بیک وقت تنازعات کے تصفیہ کے نظام کی ضرورتیں بھی پوری کرے گا۔ مذکورہ بالا اصلاحات کی کامیابی کا انحصار صحیح معنوں میں ان تجاویز پر عملدرآمد پر ہی ہوگا۔ عملدرآمد کرنے والوں یا اس کے لئے کام کرنے والوں کو ان اصلاحات کی اصل روح کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہوگا تاکہ فاٹا کو صحیح معنوں میں نوآبادیاتی دور سے نکالا جا سکے۔

کیا اصلاحاتی عمل ریاستی اداروں کے جمہوری احتساب اور شفافیت کے نظاموں کا استحکام یقینی بناتا ہے؟ نظام کو طویل مدتی بنیاد پر رواں انداز میں کام کرنے کے قابل بنانے کے لئے کن اضافی اقدامات کی ضرورت ہے؟

مجوزہ اصلاحات کا ہدف فاٹا کو مرکزی دھارے میں لانا ہے اور اس مقصد کا حصول تبھی ممکن ہے کہ سیاسی وسماجی لحاظ سے علاقے کی الگ تھلگ حیثیت کو ختم کیا جائے اور اسے ریاستی نظام اور ملک کی سول سوسائٹی میں ضم کیا جائے۔ پرانا نوآبادیاتی نظام جو ڈیڑھ صدی سے بھی زائد عرصہ تک اس علاقے میں رائج رہا ہے، اس کا شمار کرہ ارض پر طرز حکمرانی کے ان نظاموں میں ہوتا ہے جو انتہائی غیر شفاف ہیں اور جن میں احتساب نام کی کوئی چیز نہیں۔ طرز حکمرانی پر چونکہ ایک واحد ریاستی ادارے یعنی ایگزیکٹو کی اجارہ داری ہے اس لئے چیک اینڈ بیلنس کا کوئی تصور نہیں ہے۔ مجوزہ اصلاحات کی رو سے علاقے کو وقت آنے پر خیبر پختونخواہ میں ضم کر دیا جائے گا اور یہ متعدد انتظامی، قانونی اور آئینی اصلاحات کے عمل سے گزرے گا جس سے چیک اینڈ بیلنس کے نظام کی راہیں کھلیں گی۔ خیبر پختونخواہ کی صوبائی اسمبلی اور وفاقی پارلیمان میں اس کی نمائندگی کے ذریعے توقع ہے کہ علاقے کا طرز حکمرانی کا نظام عوام کے منتخب نمائندوں کی نگرانی میں آجائے گا۔ منتخب مقامی حکومتوں کے نظام کا نفاذ جمہوریت کو نچلی سطح پر مستحکم بنانے کے لئے کام کرے گا اور ریوں خدمات کی فراہمی کا نظام عوام کے منتخب نمائندوں کے کنٹرول میں آجائے گا۔ علاقے کو اعلیٰ عدلیہ کے دائرہ اختیار میں لانے سے بنیادی حقوق سے انصاف ممکن ہوگا۔ بلاشبہ یہ سب کہنا آسان ہے اور کرنا مشکل۔ مختلف ریاستی اداروں اور بنیادی ڈھانچے کی تعمیر کے لئے بھاری مالی وسائل اور سیاسی عزم کی ضرورت ہو گی۔ اصلاحات کے تمام تر عمل میں عوام کو شامل کرنا انتہائی اہمیت کا حامل ہو گا کیونکہ معاشرے میں اصلاحات کے بارے میں احساس ملکیت کی سطح اصلاحات کی قسمت کا فیصلہ کرے گی۔ انسانی حقوق کے بارے میں آگاہی بالعموم اور حقوق نسواں کے بارے میں آگاہی بالخصوص، جمہوری عمل کے لئے ناگزیر ہوگی۔

ایک آخری بات جو اپنی جگہ برابر اہم ہے، فاٹا سے فوج کی واپسی کی پیہم اور پرعزم مہم ضروری ہو گی۔ دہشت گردی کے خاتمے کے لئے فاٹا میں پہلی بار بڑے پیمانے پر فوج کی تعیناتی 2002 میں عمل میں لائی گئی۔ یہ علاقہ تباہ کن عسکری تنازعہ کا نظارہ کر چکا ہے جس نے اسے بری طرح عسکریت پسندی اور وحشت کا شکار بنا دیا۔ سب سے زیادہ نقصان خواتین اور بچوں کا ہوا۔ یہ علاقہ جو ایک طویل عرصے تک 'نوگو ایریا' اور 'بلیک ہول' رہا ہے اسے دنیا کے لئے کھولنے اور حالات کو برائے نام حد تک معمول پر لانے کے لئے ٹھوس اقدامات کی ضرورت ہو گی۔ علاقے میں موجود نوزائیدہ سول سوسائٹی اس عمل میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔ ریاست اور حکومت کی طرف سے آنے والی اصلاحات کے علاوہ سیاسی جماعتوں، سول سوسائٹی اور میڈیا کو بالخصوص اصلاحات پر موزوں طریقے سے عملدرآمد میں نمایاں کردار ادا کرنا ہے۔

مکرر ارشاد

"...سیاست، اقتدار، سٹریٹجی اور پیسے سے جڑے مفادات اصلاحاتی عمل میں بڑی رکاوٹیں ہیں۔ اس عمل کو روکنے کے لئے روایات اور قبائلی نظاموں کے عذر استعمال کئے جاتے ہیں۔"

بشریٰ گوہر

سینئر نائب صدر
عوامی نیشنل پارٹی

کیا آپ کی رائے میں مجوزہ اصلاحات شہریوں کی انصاف تک غیر جانبدارانہ یا منصفانہ رسائی یقینی بنا سکتی ہیں؟ فراہمی انصاف کے مضبوط قبائلی اور روایتی طریقوں کے ساتھ یہ کس طرح چل سکتی ہیں؟

بظاہر دیکھنے میں تو لگتا ہے کہ پاکستانی ریاست اور حکومت نے فاٹا کو ایک 'سٹریٹجک بلیک ہول' کے طور پر رکھنے کا تہیہ کیا ہوا ہے اور وہ اسے مسلسل اس 'سٹریٹجک ڈیپتھ' کے نام پر استعمال کر رہے ہیں جو اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنے کے مصداق ہے۔ ان لوگوں نے پہلے امیدوں کو بلند کر دیا اور ایک بھرپور عوامی اتفاق رائے بھی سامنے آ گیا تو اب یہ اصلاحات کے وعدوں پر عملدرآمد میں ٹال مٹول سے کام لے رہے ہیں۔

سیاست، طاقت اور پیسے سے جڑے سٹریٹجک مفادات اصلاحاتی عمل میں بڑی رکاوٹ ہیں۔ اس عمل کو روکنے کے لئے روایات اور قبائلی نظاموں کے عذر گھڑے جا رہے ہیں۔ مسلم لیگ (ن) کی موجودہ حکومت فاٹا میں اصلاحات کے انتہائی ضروری عمل کا آغاز کرنے اور فاٹا کے عوام کو غلامی کی بدترین شکل سے نکال کر ترقی کی راہ پر ڈالنے کا ایک تاریخی موقع گنوا چکی ہے۔

اصل سوال اب یہ ہے کہ آیا پاکستان فاٹا کے عوام کے بنیادی حقوق اور انصاف تک رسائی کو ایک آئینی حق کے طور پر تسلیم بھی کرتا ہے۔ کئی دہائیوں سے فاٹا کے عوام کو بنیادی حقوق سے محروم رکھا جا رہا ہے اور وہ غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ انگریز کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قیام پاکستان کے بعد اسے پنڈی اور اسلام آباد کی نو آبادیات بنا کر رکھا گیا اور اس علاقے کو سٹریٹجک مفادات کی خاطر اور اس کے لوگوں کو توپوں کے گولہ بارود کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا۔

اس بات پر مکمل سیاسی اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ 2018 کے عام انتخابات سے پہلے فاٹا کو حقیقی معنوں میں آئین کے دائرے میں لایا جائے، آرٹیکل 246 اور 247 کو منسوخ کیا جائے، فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر) کا خاتمہ کیا جائے اور فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں ضم کرتے ہوئے پختونخواہ اسمبلی میں اس کی نمائندگی یقینی بنائی جائے، پختونخواہ کے مقامی حکومت کے قانون کے تحت یہاں مقامی حکومتوں کے انتخابات کرائے جائیں، اسے اعلیٰ عدلیہ کے دائرہ اختیار میں لایا جائے اور باقی ماندہ ملک کے برابر لانے کے لئے مرکزی قابل تقسیم پول میں بیس سالہ مدت کے لئے فاٹا کا کم از کم پانچ فیصد حصہ مختص کیا جائے۔ تاہم سبھی حلقے مجوزہ اور متنازعہ رواج بل کو مسترد کر چکے ہیں کیونکہ یہ آئین اور بین الاقوامی وعدوں کے منافی ہے۔ صرف مخصوص مفادات کی خاطر سرگرم حلقے جو فاٹا کو پسماندگی کا شکار رکھنا چاہتے ہیں اور اپنے ذاتی اور مقتدر مفادات کی خاطر اسے ایک سٹریٹجک علاقے کے طور پر استعمال کرنے کا سلسلہ جاری رکھنا چاہتے ہیں، وہی اس متنازعہ رواج بل کی حمایت کر رہے ہیں۔ اسے ایف سی آر کے کالے قانون کی نئی شکل سمجھا جاتا ہے۔ یہ بات قابل مذمت ہے کہ اکیسویں صدی میں قبائلی اور روایتی طور طریقوں کو ایک عذر کے طور پر استعمال کرتے ہوئے فاٹا کے عوام کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم رکھا جا رہا ہے۔

مقامی حکام کے زیر انتظام قیام امن کے کسی بھی مجوزہ ڈھانچے کے سیاق و سباق میں کیا آپ سمجھتی ہیں کہ مجوزہ اصلاحات کا عمل فاٹا میں امن و سلامتی برقرار رکھنے کا کام موزوں طریقے سے انجام دے پائے گا؟

غارت گردی، نقل مکانی اور تباہی و بربادی کی کئی دہائیوں نے فاٹا کے سیاسی و انتظامی ڈھانچے کو کمزور کر دیا ہے۔ اقتدار کا خلاء پیدا کر کے فاٹا پر رنگ رنگ کے طالبان کو مسلط کرنے کے لئے سینکڑوں قبائلی عمائدین کو نشانہ بنا کر قتل کیا گیا۔ طالبان کے یوں مسلط رہنے اور متعدد فوجی کارروائیوں سے موجودہ نظام تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔ بیشتر خاندان اپنے پیاروں، اپنے گھروں اور ذرائع معاش سے محروم ہو چکے ہیں۔ فاٹا کے عوام ریاست کی ان پالیسیوں کا بدترین نشانہ بنے ہیں جو اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنے والی بات ہیں۔

فاٹا کو صرف سٹریٹجک سکیورٹی مفادات کے نقطہ نظر سے نہیں بلکہ انسانی حقوق، ترقی اور عوام کے پہلو سے بھی دیکھنے کی ضرورت ہے۔ بروقت اصلاحات یقینی بنانے کے لئے پارلیمنٹ کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیئے۔

کیا اصلاحاتی عمل ریاستی اداروں کے جمہوری احتساب اور شفافیت کے نظاموں کا استحکام یقینی بناتا ہے؟ نظام کو طویل مدتی بنیاد پر رواں انداز میں کام کرنے کے قابل بنانے کے لئے کن اضافی اقدامات کی ضرورت ہے؟

جہاں تک فاٹا کی موجودہ صورتحال کا تعلق ہے تو بالخصوص ریاستی اداروں کے جمہوری احتساب اور شفافیت کو یقینی بنانے کے لئے ابھی ایک طویل سفر طے کرنا باقی ہے۔ آغاز کے طور پر ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک ٹروتھ اینڈ ری کنسیلیشن کمیشن قائم کیا جائے جو ان پالیسیوں کا جائزہ لے جو فاٹا کو رنگ رنگ کے طالبان یا دہشت گردوں کے لئے ایک محفوظ پناہ گاہ بنانے کا باعث بنیں، جو فاٹا کو کئی دہائیوں تک ایک 'بلیک ہول' بنا کر رکھنے کے ذمہ داروں کا تعین کرے، فاٹا کے نام پر آنے والے اربوں روپے کے فنڈز کا احتساب کرے اور فاٹا میں کی گئی تمام فوجی کارروائیوں کا تنقیدی جائزہ لے۔

فاٹا سیکرٹیریٹ کا آزادانہ آڈٹ کیا جائے۔ فاٹا سیکرٹیریٹ کو بند کر دیا جائے اور اس کے اثاثے اور واجبات خیبر پختونخواہ حکومت کے حوالے کئے جائیں۔

ایک ضرورت یہ بھی ہے کہ وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ خیبر پختونخواہ کی نگرانی میں اصلاحات پر عملدرآمد کا ایک کمیشن قائم کیا جائے۔ صوبائی اسمبلی کو نگرانی کا کردار ملنا چاہیئے تا کہ اصلاحات پر عملدرآمد میں شفافیت اور احتساب کو یقینی بنایا جا سکے۔

مکرر ارشاد

"... تمام سماجی و اقتصادی اور سیاسی پہلوؤں پر غور کرنا ضروری ہے اور قومی دھارے میں لانے کے لئے ان پر ضروری توجہ دینا ہوگی۔"

جناب جسٹس میاں محمد اجمل

سابق جج، سپریم کورٹ آف پاکستان
سابق چیف جسٹس، پشاور ہائی کورٹ

کیا آپ کی رائے میں مجوزہ اصلاحات شہریوں کی انصاف تک غیر جانبدارانہ یا منصفانہ رسائی یقینی بنا سکتی ہیں؟ فراہمی انصاف کے مضبوط قبائلی اور روایتی طریقوں کے ساتھ یہ کس طرح چل سکتی ہیں؟

2005-06 کے دنوں میں جب میں ایف سی آر اصلاحاتی کمیٹی کا چیئرمین تھا تو اصلاحات کی تشکیل کے دوران میں نے کمیٹی کے ہمراہ تمام ایجنسیوں کا دورہ کیا۔ تمام قبائل اور جرگوں کے ساتھ متعدد مشاورتی سیشن کئے گئے جنہیں فاٹا کے خطے میں قانون کی حکمرانی اور طرز حکمرانی کے حوالے سے اپنی آراء دینے کی پوری آزادی دی گئی۔ اس کی بنیاد پر ایک رپورٹ تیار کی گئی اور اس رپورٹ کا جائزہ لینے کے لئے نائیک صاحب کی سربراہی میں ایک اور کمیٹی تشکیل دی گئی۔ کمیٹی کے ساتھ ساتھ کابینہ نے بھی میری رپورٹ میں تجویز کی گئی اصلاحات کی توثیق کر دی۔ ریاستوں اور سرحدی علاقوں کی وزارت (سیفرون) نے کچھ ترامیم تجویز کیں جس کے بعد مجوزہ اصلاحات 2011 میں اس وقت کے صدر آصف علی زرداری کی طرف سے نافذ کر دی گئیں۔

مقامی کمیونٹی کی آراء میں تین لحاظ سے واضح تقسیم پائی جاتی تھی۔ عمائدین یا بزرگ شہری فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر) میں ترمیم نہیں چاہتے تھے۔ نوجوان نسل اس قانون کی مکمل منسوخی چاہتی تھی۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی گروہ اکثریت میں نہ تھا اور اس بناء پر اکثریت یہی چاہتی تھی کہ ایف سی آر برقرار رہے البتہ اس کی امتیازی شقیں ختم کرنے کے لئے اس میں بڑی ترامیم کر دی جائیں۔ تاہم سب لوگ اس خواہش پر متفق تھے کہ قانون کوئی بھی ہو اسے رسوم ورواج اور روایات کا احترام کرنا چاہئے، انصاف کے مقامی طریقے یعنی جرگہ نظام برقرار رہے، ان کا رواج کا نظام برقرار رہے اور فاٹا کے مقامی لوگوں کے ساتھ مساوی شہریوں والا سلوک کیا جائے جنہیں ملک کے دیگر شہریوں کی طرح مساوی حقوق حاصل ہوں۔ ان خواہشات کی بنیاد پر سفارشات کی گئیں کہ ایف سی آر کا نام ختم کر دیا جائے اور اس کی جگہ فاٹا ریگولیشن لایا جائے۔ دوسرا، خطے اور نسلی وابستگی کی بنیاد پر امتیاز کا خاتمہ کیا جائے اور اس کے ساتھ یہ بات بھی شامل کی گئی کہ فاٹا کے لوگوں کو اتنے ہی حقوق حاصل ہوں گے جتنے ملک کے باقی شہریوں کو حاصل ہیں۔ تیسرا، اس میں تجویز کیا گیا کہ جب بھی کسی شخص کو بطور ملزم گرفتار کیا جائے تو اسے چوبیس گھنٹے کے اندر مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا جائے جو اس علاقے کا اسسٹنٹ پولیٹکل ایجنٹ تھا اور اس کے بعد انصاف کے مروجہ نظام کی پیروی کی جائے۔

اسی طرح دیوانی امور میں تجویز کیا گیا کہ فریق کو بطور ثالث اپنے جرگہ کے ارکان نامزد کرنے کی اجازت دی جائے جو فریقین کے درمیان مصالحت اور ثالثی کے ذریعے تنازعہ حل کرائیں۔ یہ ایک طرف ان کے مقامی جرگہ نظام کو برقرار رکھنے اور دوسری جانب انصاف تک منصفانہ اور غیر جانبدارانہ رسائی فراہم کرنے کا ایک طریقہ تھا۔

اجتماعی ذمہ داری بھی ان چیزوں میں شامل تھی جن پر مقامی لوگوں کا اصرار تھا کہ یہ برقرار رہنی چاہئیں البتہ ہم لوگ اس دفعہ کے حق میں نہیں تھے۔ لہٰذا کمیٹی نے اس دفعہ کو ختم کر دیا اور تجویز کیا کہ ددھیالی گھرانہ اس شخص کو قانون نافذ کرنے والے حکام کے روبرو پیش کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ اگر ددھیالی گھرانہ اس کام کو انجام دینے میں ناکام رہے تو اس قبیلے کے ذیلی قبیلے کو ملزم کا پتہ لگانے کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا اور اگر ذیلی قبیلہ بھی ناکام رہے تو پھر ذمہ داری قبیلے پر عائد ہو جائے گی۔ اس تمام تر عمل کا مقصد بنیادی طور پر ملزم کو پکڑنا اور اسے ذمہ دار ٹھہرانا تھا نہ کہ اس کی اس جگہ کسی بے گناہ شخص کو سزا دینا تھا۔ لہٰذا ان تمام اصلاحات میں جو تجویز کی گئیں، اصل زور خطے میں رائج انصاف کے مقامی طریقوں کو تحفظ دیتے ہوئے ریاستی حکام کے ذریعے امن وامان برقرار رکھنا تھا۔ خواتین، سولہ سال سے کم عمر بچوں اور 65 سال سے زائد عمر کے بزرگ شہریوں کو اجتماعی ذمہ داری کے تحت گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا۔

موجودہ مجوزہ اصلاحات کے ساتھ انہیں انصاف تک منصفانہ اور غیر جانبدارانہ رسائی فراہم کرنے کے سوال کو صرف اسی حقیقت کی بنیاد پر اپنے انجام تک پہنچایا جا سکتا ہے کہ یہ مدعی اور ملزم کو اس حد تک مطمئن کر دے کہ دونوں ایک ہی فیصلے پر متفق ہو جائیں۔

مقامی حکام کے زیر انتظام قیام امن کے کسی بھی مجوزہ ڈھانچے کے سیاق وسباق میں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ مجوزہ اصلاحات کا عمل فاٹا میں امن وسلامتی برقرار رکھنے کا کام موزوں طریقے سے انجام دے پائے گا؟

فوج اس وقت فاٹا میں بنیادی طور پر امن وامان کی صورتحال کو سنبھال رہی ہے۔ مقامی حکام موجود تو ہیں لیکن امن وسلامتی برقرار رکھنے کا کام فوج دیکھ رہی ہے۔ فاٹا کی مقامی کمیونٹی بڑی امن پسند کمیونٹی ہے۔ غربت اور ناخواندگی خطے میں امن وامان کی غیر مستحکم صورتحال کو ہوا دے رہے ہیں۔ مزید برآں، مقامی کمیونٹی چاہتی ہے کہ انصاف کے معاملے میں ان کے مقامی رسوم ورواج اور روایات کے نظاموں کو برقرار رکھا جائے۔ تاہم خطے میں امن وسلامتی برقرار رکھنے کے مسئلے کا حل اسی میں ہے کہ روزگار کے مواقع فراہم کئے جائیں، غربت کا ازالہ کیا جائے، بنیادی ڈھانچے کی سہولتیں فراہم کی جائیں، اور لوگوں کو صحت کی سہولیات دی جائیں اور ان کی بنیادی ضرورتیں پوری کی جائیں۔ خطے کے لوگوں کو تعلیم دینا بھی ضروری ہے کیونکہ تعلیم درست اور غلط کے درمیان تمیز سکھانے میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔

کیا اصلاحاتی عمل ریاستی اداروں کے جمہوری احتساب اور شفافیت کے نظاموں کا استحکام یقینی بناتا ہے؟ نظام کو طویل مدتی بنیاد پر رواں انداز میں کام کرنے کے قابل بنانے کے لئے کن اضافی اقدامات کی ضرورت ہے؟

پولیٹکل ایجنٹ جو بھی کام کرے اس کا ریکارڈ مرتب کیا جائے۔ ایک ایک پیسے کا حساب رکھا جائے اور آڈیٹر جنرل آف پاکستان سے اس کا آڈٹ کرایا جائے۔ یہ اس امر کو یقینی بنانے کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ فاٹا کے لئے اصلاحات کے کسی بھی پیکج میں بالخصوص بجٹ رقوم اور اخراجات کی مکمل شفافیت یقینی بنائی جا سکے۔

مقامی حکومت کے نظام کو بااختیار بنانے کی ضرورت ہے جو خطے میں چیک اینڈ بیلنس کا کام دیتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کے ذریعے ہر سال آڈٹ کرایا جائے۔ افغانستان کے ساتھ سرحدی امور کی بناء

پر یہاں آنے والے اور یہاں سے جانے والے وسائل (مالیات، انسانی وسائل وغیرہ کے اعتبار سے) کا باقاعدہ ریکارڈ مرتب کیا جائے۔ سرحدی امور بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا ازالہ اس لئے ضروری ہے کہ خطے میں کرپشن کو کم کیا جاسکے اور شفافیت قائم کی جاسکے۔ ہر لحاظ سے منظم اور قواعد کی پابند لیویز کا ایک باقاعدہ نظام متعارف کرایا جائے جو خطے میں پولیس اتھارٹی کا کام دے۔ آخری بات، اگر کسی شخص کی طرف سے گڑبڑ کا خدشہ ہو تو اس شخص کو حفظ ماتقدم کے طور پر ضرور گرفتار کیا جائے اور چوبیس گھنٹے کے اندر مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا جائے اور اس شرط پر رہا کیا جائے کہ وہ علاقے میں امن و آشتی برقرار رکھے گا۔

جہاں تک فاٹا کے مستقبل کا تعلق ہے تو وقت کی اولین ضرورت قبائلی علاقے میں امن اور قانون کی حکمرانی کی بحالی ہے اور اس کا معیار بلند کرنے اور اسے ملک کے باقی علاقوں کے برابر لانے کے لئے تمام شعبوں مزید بہت کچھ کرنے کی ضرورت ہے۔ ایف سی آر کی منسوخی یا اس کی جگہ کسی اور نام سے کوئی متبادل لانا قبائلی عوام کو مطمئن کرنے کے لئے کافی نہیں ہوگا کیونکہ قبائلی علاقہ پاکستان کا انتہائی پسماندہ علاقہ ہے۔ یہ غربت میں ڈوبا ہے اور اس کی 75 فیصد سے زائد آبادی خط غربت سے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ شرح خواندگی اور صحت کی سہولیات انتہائی ناقص اور نہ ہونے کے برابر ہیں۔ معاشی لحاظ سے پسماندہ قبائلی علاقے کو غربت میں کمی کے پروگرام، ترقیاتی سکیموں جن سے مقامی لوگوں کے لئے روزگار پیدا ہو، بہتر تعلیم وصحت کی سہولیات، اور بنیادی ڈھانچے کی سہولیات کی ضرورت ہے۔ سیاسی محاذ پر، قبائلی عوام کی طرف سے فاٹا کونسل کے قیام یا خیبر پختونخواہ میں انضمام یا آزاد صوبے یا فاٹا کو پاٹا میں تبدیل کرنے کے مطالبات پر وفاق کی ایگزیکٹو اتھارٹی کو قبائل کا نقطہ نظر جاننے کے بعد غور کرنا چاہیئے۔ قصہ مختصر، تمام سماجی، معاشی اور سیاسی پہلوؤں کو زیر غور لایا جائے اور انہیں قومی دھارے میں لانے کے لئے ضروری کام کئے جائیں۔

انٹرویو

مکرر ارشاد

”... ریاست رجعت پسندانہ اور مردانہ غلبے پر مبنی رواج ایکٹ کو باقاعدہ شکل دینے کی کوشش میں حقوق نسواں کو اس کی گنجائش سے محروم کردیتی ہے۔“

رخشندہ ناز

ایگزیکٹو ڈائریکٹر
لیگل ایڈ اینڈ اویئرنیس سروسز

کیا آپ کی رائے میں مجوزہ اصلاحات شہریوں کی انصاف تک غیر جانبدارانہ یا منصفانہ رسائی یقینی بنا سکتی ہیں؟ فراہمی انصاف کے مضبوط قبائلی اور روایتی طریقوں کے ساتھ یہ کس طرح چل سکتی ہیں؟

مجوزہ اصلاحات بذات خود غیر جانبدارانہ نہیں تھیں اور نہ ہی یہ عمل سب کی شمولیت پر مبنی تھا جس میں خاص طور پر قبائلی عوام کو شامل نہیں کیا گیا۔ مثال کے طور پر وزیراعظم کی کمیٹی برائے اصلاحات میں قبائلی عوام اور خواتین کی عدم موجودگی پر سول سوسائٹی تنظیموں اور فاٹا کی سیاسی قیادت نے سوال اٹھایا ہے۔ حال ہی میں فاٹا کے مختلف حلقوں سے تعلق رکھنے والے متعدد مقامی افراد نے موجودہ کمزور اداروں کو تبدیل کرنے کا مطالبہ کیا ہے جو خطے میں جاری تنازعہ کی یلغار کا مقابلہ کرنے میں ناکام رہے ہیں جس کا نتیجہ انسانی بحران کی شکل میں سامنے آیا۔ ریاست نے مقامی کمیونٹی کے بدلتے نقطہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے تمام تر ڈھانچے پر نظرثانی کی اور بعض قابل ذکر اصلاحات تجویز کیں مثلاً فاٹا کو خیبر پختونخواہ میں ضم کر دیا جائے۔ تاہم فاٹا کو مرکزی دھارے میں لانا اور اسے ریاست میں ضم کرنا مقامی قبائلی کمیونٹی کے نزدیک سب سے کٹھن کام ہے۔ اس عمل کے بارے میں قبائلی لوگوں میں شدید تحفظات پائے جاتے ہیں جیسے نظام کی ازسرنو ڈھانچہ بندی کے لئے تشکیل دی گئی کمیٹی میں قبائلی نمائندوں کی عدم موجودگی، رواج ایکٹ پر کسی بات کا واضح نہ ہونا اور گورنر خیبر پختونخواہ کے کنٹرول کے تحت پولیٹیکل ایجنٹ کے قدیم نوآبادیاتی عہدوں کو برقرار رکھنا۔ ریاست کا یہ منصوبہ جس کے تحت رجعت پسندانہ اور مردانہ سوچ پر مبنی رواج ایکٹ کو ضابطے کی شکل دی گئی ہے، خواتین کے حقوق کے لئے کوئی گنجائش نہیں چھوڑتا۔ موجودہ اصلاحات کے سیاق وسباق میں خواتین کے حوالے سے سامنے آنے والے بعض تحفظات درج ذیل ہیں:

1. اصلاحاتی عمل میں قبائلی خواتین کی عدم موجودگی: کمیٹی نے خواتین کو اس عمل میں شامل کیا ہے نہ مشاورت کے کسی دور میں ان سے مشاورت کی گئی البتہ مردوں کو اس عمل کے دوران ساتھ ملایا گیا۔
2. قانون رواج اور نظام عدل کے نظام انصاف کو واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ فی الوقت نظام عدل زیرغور ہے جو ایسا قانونی فریم ورک ہے جس کے تحت فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر) منسوخ ہو جائے گا اور فاٹا اعلیٰ عدالتوں کے دائرہ اختیار میں آجائے گا۔ بہرحال یہ کوڈ آف سول پروسیجر، 1908، کوڈ آف کریمنل پروسیجر، 1898 اور فاٹا کے قبائل کے عام رسوم ورواج اور روایات پر مشتمل 'رواج' کا ایک منفرد سا ملغوبہ ہوگا۔ مجوزہ ایکٹ کی رو سے وفاقی حکومت، ہائی کورٹ کی مشاورت سے جو ضلعی اور سیشن جج مقرر کرے گی انہیں قاضی کا نام دیا جائے گا جنہیں عمائدین کی کونسل یعنی جرگہ کی معاونت حاصل ہوگی۔ جرگہ قاضی کے مقرر کئے ہوئے چار یا زائد ارکان پر مشتمل ہوگا۔ یہاں بھی خواتین کی شمولیت کا کوئی ذکر نہیں ملتا اور نہ ہی اس میں بعض مروجہ طریقوں مثلاً قیمتاً دلہن خریدنا، غیرت کے نام پر عورتوں کے قتل، خواتین کے بدلے میں دشمنی یا کسی تنازعہ کے تصفیہ، خواتین کی وراثت اور دیگر عائلی حقوق کے حوالے سے تحفظ کا کوئی نظام وضع کیا گیا ہے۔

ایک اور اہم مسئلہ مقامی حکومت، صوبائی اسمبلی، قومی اسمبلی اور سینیٹ میں خواتین کی مخصوص نشستوں کا ہے۔ کسی حد تک اس کوٹہ نظام کو یقینی بنانے کا کوئی واضح طریقہ کار موجود نہیں اور نہ ہی خواتین کی رجسٹریشن یا کسی تربیت کا کوئی منصوبہ اس میں شامل ہے تاکہ اصلاحات اور انضمام کے بعد وہ ووٹ دے سکیں اور مخصوص نشستوں پر انتخاب میں حصہ لے سکیں۔

مقامی حکام کے زیرانتظام قیام امن کے کسی بھی مجوزہ ڈھانچے کے سیاق وسباق میں کیا آپ سمجھتی ہیں کہ مجوزہ اصلاحات کا عمل فاٹا میں امن وسلامتی برقرار رکھنے کا کام موزوں طریقے سے انجام دے پائے گا؟

فاٹا کئی طرح کے جغرافیائی حقائق کا مرقع ہے جو مختلف علاقائی اور بین الاقوامی کرداروں کی یلغاروں اور طاقت کی شدید اور پیچیدہ رسہ کشی کی زد میں رہا ہے۔ خطے کی جغرافیائی حدود میں مقامی اور بڑی دونوں طرح کی طاقتوں کی مداخلتوں کی وجہ سے یہ خطہ تنازعہ کی مستقل علامت بن کر رہ گیا ہے۔ ان مداخلتوں نے خطے میں ایک 'نئی' طرز کی سیاسی فضاء قائم کردی اور اسے مبہم حد بندیوں میں بانٹ دیا۔ اس عمل نے علاقائی حدود، خودمختاری اور آبادی پر مبنی 'جدید ریاست' کے تصور کی راہیں تو کھول دیں لیکن قبائلی آبادی اس ریاستی نظام سے الگ تھلگ رہی۔ دانستہ طور پر تخلیق کئے گئے ان ''علاقہ ہائے غیر'' پر پیچیدہ مرکز گیر کنٹرول پر مبنی نوآبادیاتی نظام اور سماجی، سیاسی اور معاشی ترقی کے ثمرات سے ان علاقوں کی محرومی کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے لئے گنجائش پیدا ہوگئی۔

ان مذہبی سیاسی تحریکوں نے نہ صرف سرحدی علاقے میں امن وسلامتی کو چیلنج کیا بلکہ معاملہ مزید آگے نکل گیا اور یہاں 'مرکزی' زون بن گئے جن کی وجہ سے یہ خطہ انتہاپسندی اور پرتشدد ریڈیکل ازم کی ایک نئی لہر کی لپیٹ میں آ گیا۔ سرحدی علاقوں اور ان سے باہر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے عسکریت پسندوں اور فوج کے درمیان محاذ آرائی سے ابھی تک امن کا پرفریب مقصد حاصل ہوا ہے اور اس کے نتیجے میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہوئی ہیں۔ طاقت کے اس کھیل نے علاقے کی سماجی وسیاسی اور معاشی زندگی کو خاطرخواہ حد تک بدل کر رکھ دیا ہے۔ ان حالات کے نتیجے میں پاکستان میں بھی مذہبی انتہاپسندی پھیلی ہے۔ ان عسکریت پسندوں کے نواحی علاقوں میں نکل جانے سے نہ صرف قبائلی لوگ ہر جگہ متاثر ہوئے ہیں بلکہ پختونوں کو دوسرے صوبوں میں بھی بری طرح ''نسلی امتیاز'' کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ مجوزہ اداراجاتی ڈھانچہ عسکری رجحانات کو کم نہیں کرے گا بلکہ رواج ایکٹ کے تحت یہ الٹا قبائلی تنازعات کو ہوا دے گا۔

کیا اصلاحاتی عمل ریاستی اداروں کے جمہوری احتساب اور شفافیت کے نظاموں کا استحکام یقینی بناتا ہے؟ نظام کو طویل مدتی بنیاد پر رواں انداز میں کام کرنے کے قابل بنانے کے لئے کن اضافی اقدامات کی ضرورت ہے؟

اس سلسلے میں کچھ سفارشات درج ذیل ہیں:

- رواج کا ضابطہ ایف سی آر کی دوسری شکل ہے جو مقامی رواج پر مبنی ہے۔ لہٰذا آئین کے آرٹیکل 1، 246 اور 247 کو ختم کیا جائے اور ریاست 1973 کے آئین کے نفاذ کو یقینی بنائے۔
- خیبر پختونخواہ میں فاٹا کے نمائندوں کو مردم شماری کے بعد زیرغور لایا جائے اور 2018 کے عام انتخابات میں شامل کیا جائے۔

- ریاست فوری طور پر فاٹا کو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے دائرہ اختیار میں لانے کا اعلان کرے۔
- فاٹا ترقیاتی منصوبے پر عملدرآمد یقینی بنانے کے لئے این ایف سی کا کم از کم 10 فیصد فاٹا کو دیا جائے کیونکہ یہ علاقہ بغاوت اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کے ہاتھوں بے پناہ مشکلات اٹھا چکا ہے۔ مالی معاوضے کا یہ انتظام کم از کم 10 سال کے لئے رہنا چاہیئے۔
- ریاست بالخصوص لڑکیوں کے سکولوں کی تعمیر نو کے لئے تعلیمی بجٹ میں 30 فیصد اضافہ کرے۔
- تعلیم اور صحت کے شعبوں میں فرق کم کرنے کے لئے ریاست فاٹا کے طلبہ کا کوٹہ اس سال سے اور آنے والوں سالوں کے لئے اس شرط کے تحت بڑھائے کہ یہ انضمام کے بعد 10 سال تک موثر رہے گا۔
- معاشی ترقی میں مساویانہ سلوک یقینی بنانے کے لئے سی پیک کے آٹھ حصوں کو فاٹا کے خطے میں توسیع دی جائے۔ علاوہ ازیں، بجٹ کا 20 فیصد فاٹا میں معدنیات، زراعت اور زرعی مصنوعات کی ترقی کے لئے مختص کیا جائے۔
- فاٹا اصلاحاتی منصوبے کے تحت فاٹا کو آڈیٹر جنرل کے دائرہ کار میں لاتے ہوئے تمام محکموں میں ہونے والی مالی لین دین اور اخراجات کے احتساب اور شفافیت کو یقینی بنایا جائے۔
- یہ بات واضح کی جائے کہ رواج ایکٹ خیبر پختونخواہ کے ساتھ ساتھ فاٹا کی سول سوسائٹی کے لئے بھی قابل قبول نہیں ہے۔
- فاٹا کی ترقی کے لئے مختص کئے جانے والے فنڈز کا آڈٹ اکاؤنٹنٹ جنرل آف پاکستان کے ذریعے کرایا جائے۔ فاٹا میں سماجی اور ترقیاتی (بنیادی ڈھانچہ) شعبے کے لئے فنڈز مختص کرنے کا تناسب 60:40 ہونا چاہیئے۔ فاٹا کے لئے فنڈز کی تخصیص میں شفافیت کو یقینی بنایا جائے۔
- ملک بھر میں جاری مردم شماری میں فاٹا کے عارضی طور پر بے گھر افراد کے لئے الگ سیکشن بنایا جائے۔
- فاٹا کے نوجوانوں کے لئے خاص طور پر ایک پالیسی ہونی چاہیئے کیونکہ فاٹا کے نوجوانوں کی بڑی تعداد بیروزگار ہے۔
- فاٹا میں مقامی حکومت کے انتخابات 2018 کے عام انتخابات سے قبل 2017 میں ہی کرائے جائیں۔
  تمام سیاسی جماعتیں اس امر کو یقینی بنائیں کہ فاٹا کی ہر ایجنسی میں کم وبیش ایک نشست خواتین کے لئے مخصوص ہو۔
- مردم شماری کے بعد حکومت فاٹا میں 2018 کے عام انتخابات سے پہلے حلقہ بندی یقینی بنائے۔

مکرر ارشاد

"...ایک باقاعدہ نظام متعارف کرایا جائے جس میں ادارے ایک چھتری تلے رہتے ہوئے کام کریں اور چیک اینڈ بیلنس کے موزوں طریقے موجود ہوں۔"

لیلیٰ شاہنواز
پروگرام مینجر
تکڑہ قبائلی خویندے نیٹ ورک

کیا آپ کی رائے میں مجوزہ اصلاحات شہریوں کی انصاف تک غیر جانبدارانہ یا منصفانہ رسائی یقینی بنا سکتی ہیں؟ فراہمی انصاف کے مضبوط قبائلی اور روایتی طریقوں کے ساتھ یہ کس طرح چل سکتی ہیں؟

جہاں تک مجوزہ اصلاحات کا تعلق ہے تو یہ انصاف تک منصفانہ رسائی تبھی یقینی بنا سکتی ہیں کہ صوبائی قوانین فاٹا میں بھی نافذ کئے جائیں۔ مجوزہ اصلاحات کے تحت فاٹا پر ایک خصوصی قانون رائج ہوگا جسے رواج ایکٹ کا نام دیا جاتا ہے جو فرنٹیئر کرائمز ریگولیشن (ایف سی آر) کی جگہ لے گا جو اپنی روح کے اعتبار سے اسی اجتماعی ذمہ داری سے جڑا ہے اور جس میں دیوانی اور فوجداری دونوں طرح کے مسائل یا مقدمات کے لئے 'جرگہ' نظام کو بحال رکھا گیا ہے۔ لہٰذا اس کا مطلب یہی ہوگا کہ فیصلے کرنے میں قبائلی عمائدین کی بالادستی اور اختیار پہلے کی طرح برقرار رہے گا جس کے نتیجے میں ناانصافی کا دور دورہ رہے گا۔ یہ خاص طور پر خواتین کے لئے ہولناک بات ہے جو جرگوں میں شریک نہیں ہو سکتیں اور جہاں تک خطے کے قبائلی رسوم و رواج کا تعلق ہے تو انہیں کوئی فیصلے کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔

مزید برآں رسوم و رواج اور روایات کے اعتبار سے ہر ایجنسی کا معاملہ مختلف ہے۔ اس لئے پورے خطے پر لاگو کسی ایک قانون پر عملدرآمد کوئی معقول بات نہیں لگتی۔ قصہ مختصر، فاٹا کو ضم کرنے کے لئے بالکل واضح آئینی ترامیم ہونی چاہئیں جن کے ذریعے فاٹا کی خصوصی ریاستوں والی حیثیت میں ترمیم کی جائے۔ اصل مقصد کے حصول کے لئے فاٹا کو دستیاب قوانین اور سپریم کورٹ آف پاکستان اور پشاور ہائی کورٹ کے دائرہ اختیار میں لایا جائے۔

مقامی حکام کے زیرانتظام قیام امن کے کسی بھی مجوزہ ڈھانچے کے سیاق و سباق میں کیا آپ سمجھتی ہیں کہ مجوزہ اصلاحات کا عمل فاٹا میں امن و سلامتی برقرار رکھنے کا کام موزوں طریقے سے انجام دے پائے گا؟

فاٹا کے عوام گزشتہ تیس سال سے جنگ کا نظارہ کر رہے ہیں اس لئے سکیورٹی کی فراہمی اور ایک سازگار سکیورٹی ماحول کا قیام خطے کے لئے ناگزیر ہے۔ اصلاحاتی پیکج کے تحت فاٹا میں امن و سلامتی تبھی برقرار رکھی جا سکتی ہے کہ سکیورٹی اصلاحات پر پوری طرح عملدرآمد کیا جائے اور لیویز کو موزوں تربیت دی جائے اور اس قدر منظم کیا جائے کہ وہ علاقے میں پولیس فورس کے طور پر کام کر سکے۔ مزید برآں، سرحدی امور کا انتظام بھی انتہائی ضروری ہے کیونکہ خطے کی موجودہ سرحدوں میں بہت زیادہ ابہام پایا جاتا ہے۔ اگر سیاسی انتظامیہ، مقامی لوگ اور سکیورٹی ایجنسیاں مل کر کام کریں تو امن و سلامتی کو برقرار رکھا جا سکتا ہے۔

کیا اصلاحاتی عمل ریاستی اداروں کے جمہوری احتساب اور شفافیت کے نظاموں کا استحکام یقینی بناتا ہے؟ نظام کو طویل مدتی بنیاد پر رواں انداز میں کام کرنے کے قابل بنانے کے لئے کن اضافی اقدامات کی ضرورت ہے؟

فاٹا کے ادارے طرز حکمرانی اور شفافیت کے مسائل کی وجہ سے کمزور ہیں۔ فی الواقع ٹھیکے دینے کے لئے کسی مقابلے والی کوئی صورتحال نہیں ہے۔ پولیٹکل ایجنٹ حکومت کا منصوبہ ساز ہے اور سبھی ترقیاتی منصوبوں کا آغاز اسی کے ہاتھوں ہوتا ہے۔

اول، اصلاحاتی عمل کے تحت احتساب اور شفافیت کے نظام طے کرنا از حد ضروری ہے اور ان اداروں کی کارگزاری اور پائیداری کا بھی واضح طور پر تعین ہونا چاہئے۔

ایک باقاعدہ نظام متعارف کرایا جائے جس میں ادارے ایک چھتری تلے رہتے ہوئے کام کریں جن پر مناسب چیک اینڈ بیلنس موجود ہوں۔ اس طرح اجتماعی کوششوں سے فاٹا کی سیاسی، سماجی اور معاشی صورتحال میں بہتری آ سکتی ہے۔ مزید برآں، اصلاحات کے عمل میں خواتین کو بھی ہر سطح پر شامل کیا جائے تاکہ آبادی کے اس کمزور ترین طبقے کی آواز بھی سنی جائے۔ درج ذیل اقدامات تجویز کئے جاتے ہیں:

1. قبائلی علاقوں میں 'قومی ملکیت' کا نظام معاشی افزائش کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ ملکیت کے اس نظام کو بہتر بنا کر اسے اراضی کی آبادکاری کے جدید نظام میں تبدیل کیا جائے جس سے معاشی ترقی کو فروغ ملے۔ اراضی کی آبادکاری کا نظام تشکیل دینے کے ساتھ ساتھ خصوصی اقدامات کے ذریعے اس امر کو یقینی بنایا جائے کہ پاکستان کے باقاعدہ قانونی فریم ورک کی رو سے خواتین کو اراضی کی ملکیت (اور وراثت) میں ان کا منصفانہ حصہ ملے۔ انفرادی ملکیت کی بنیاد پر اراضی کی آبادکاری سے سماجی و معاشی بنیادی ڈھانچے کو بھی بہتر بنانے میں مدد ملے گی جو بصورت دیگر فاٹا میں سیاسی اور قبائلی تنازعات کے ہاتھوں مخدوش صورتحال سے دوچار ہے۔
2. اسٹیٹ بینک آف پاکستان اس امر کو یقینی بنائے کہ قبائلی علاقوں میں کمرشل بینکوں کی شاخیں کھولی جائیں اور فاٹا کی خواتین اور نوجوانوں کے لئے روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے لئے کوٹہ سسٹم اور مائیکروفنانسنگ متعارف کرائی جائے۔ اراضی کی انفرادی ملکیت کی بدولت فاٹا کے لوگ اپنی اراضی رہن رکھ کر کاروبار چلانے کے لئے قرضے حاصل کر سکیں گے۔
3. سول سوسائٹی کی فاٹا تک رسائی کا فقدان فاٹا کی کمیونٹیز بالخصوص خواتین کو مزید الگ تھلگ کر رہا ہے۔ سول سوسائٹی جو خاص طور پر ذرائع معاش، مائیکروفنانس اور مہارتوں کی تربیت پر کام کر رہی ہے، اسے این او سی اور اندراج کی سادہ کارروائی کے تحت فاٹا تک آسان رسائی دی جائے۔
4. سرمایہ کاروں کو اس طرف مائل کرنے کے لئے فاٹا کو کمپنیز آرڈیننس، 1984 جیسے قوانین کے دائرہ میں لایا جائے۔